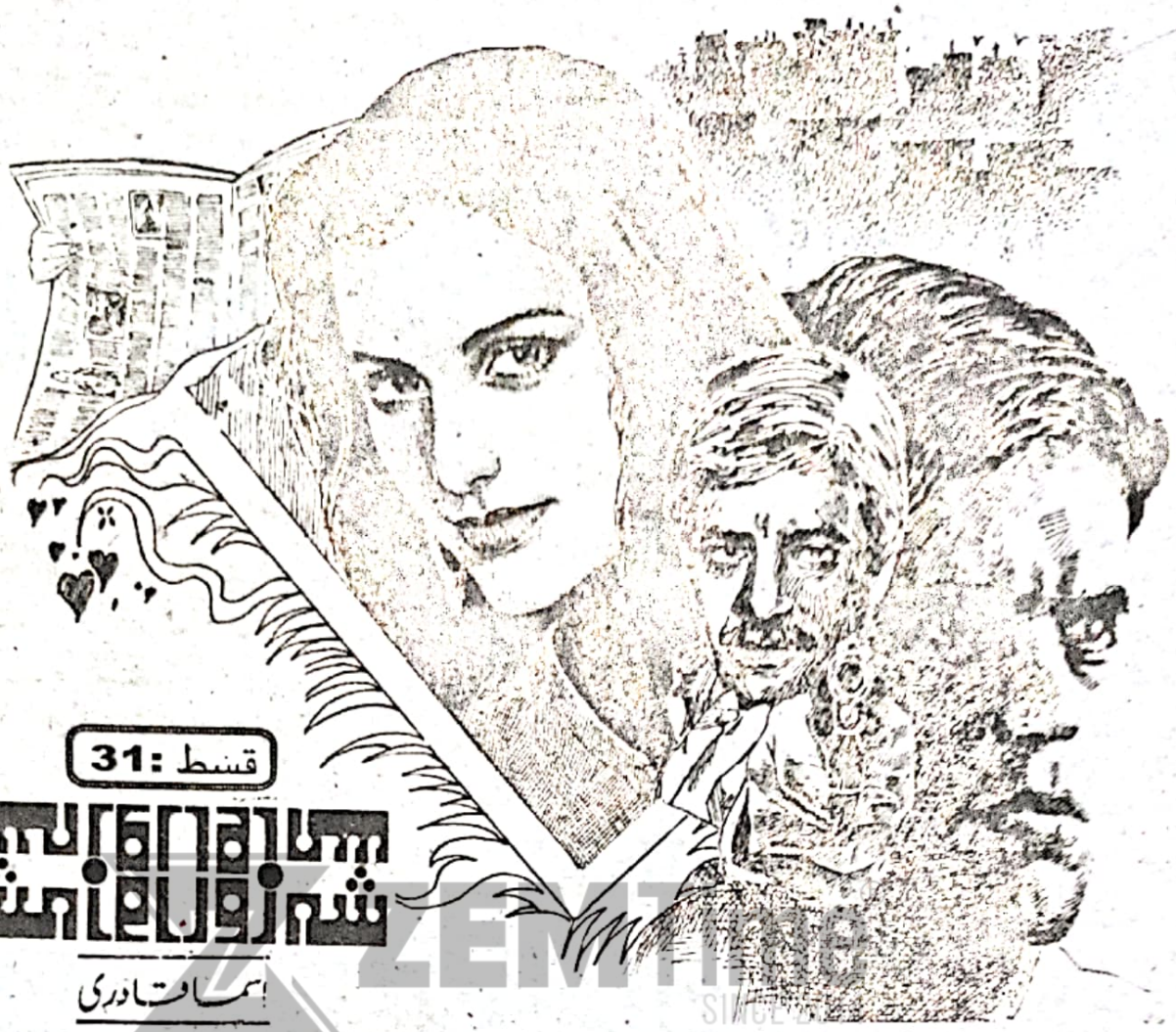

قسط: 31

شہر ذوالجلال

اسما قادری

زندگی پیار کا گیت ہے مگر... صرف وہاں جہاں معاشرہ ناہمواریوں کا شکار نہ ہو... جہاں انصاف اور توازن عنقا نہ ہوں اور بدقسمتی سے وہ جس معاشرے میں رہتا تھا وہاں ناانصافیوں کی تندوتیز آندھیوں نے اسے محض سراپا انتقام بنا دیا تھا... ایک طرف فنون حرب و ضرب کے ماہر ہاتھوں نے اسے ناقابلِ شکست بنایا تو دوسری طرف ظلم و جبر کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے اس پُرعزم نوجوان کو حرف غلط کے مانند مٹائے جانے کے منصوبے بنائے جارہے تھے... اس کی زندگ جو اُلمیوں کا شکار... اندھیروں کے قریب اور روشنی سے دور تھی لیکن... بے خبری میں جنم لینے والے عشق کی لو اسے تیرگی میں بھی راستہ دکھا رہی تھی... رفتہ رفتہ وہ ایک ایسے طوفان کا روپ دھار گیا جس میں شعلوں کی لپک اور بجلی کی چمک تھی... اس کی بے قراریوں کو قرار دینے کے لیے اس کا جنون، اس کا پیار اس کے ساتھ تھا... پھر وہ کیسے زمانے کی چیرہ دستیوں کے آگے ہار مان لیتا... اگرچہ تارِ عنکبوت نے طاقت اور گھمنڈ کے نشے میں چُور لوگوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا لیکن وہ ہر وار کا توڑ کرتا حق و باطل کی ازلی جنگ یوں لڑتا رہا کہ وارداتِ قلب بھی اس کے فرض کی راہ میں حائل نہ ہو سکی...

اپنے حریفوں پر قہر بن کر نازل ہونے والے ایک سراپا انتقام نوجوان کی تحیر انگیز داستان

www.zemtime.com

گذشتہ اقساط کا خلاصہ

معاذ ایک ذہین لیکن متلون مزاج لڑکا یونیورسٹی کا طالب علم ہے لیکن ساتھ ساتھ اس نے دیگر کئی مشاغل بھی پال رکھے ہیں۔ آج کل اس پر مارشل آرٹ سیکھنے کا شوق سوار ہے اور اس نے باقاعدہ ایک ادارہ جوائن کیا ہوا ہے۔ معاذ کے والد سرکاری افسر ہیں اور اچھے عہدے پر فائز ہیں۔ ایک شام معاذ انسٹی ٹیوٹ سے واپس آرہا تھا تو وہ چند لڑکوں کو سڑک پر کھڑی ایک لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ وہ لڑکی یونیورسٹی ہی میں پڑھتی ہے اور لڑکوں کا تعلق بھی وہیں سے ہے۔ اپنی نڈر فطرت کے باعث وہ اس معاملے میں کود پڑتا ہے اور بشریٰ نامی اس لڑکی کو بچانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ بشریٰ ماس کمیونی کیشن کی طالبہ ہے اور ایک اخبار کے لیے کالم وغیرہ لکھتی ہے۔ اس ویران جگہ بھی وہ ایک زیرِ تعمیر رہائشی منصوبے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ہی آئی تھی۔ معاذ بشریٰ کو بہ حفاظت اس کے گھر پہنچا دیتا ہے اور خود اس واقعے کو فراموش کر دیتا ہے لیکن جن رئیس زادوں سے اس نے ان کا شکار چھینا تھا، وہ اس واقعے کو فراموش نہیں کرتے اور موقعے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ موقع انہیں یونیورسٹی ٹرپ کی صورت میں مل جاتا ہے اور ایک دن جنگل کی سیر کے دوران وہ فوٹو گرافی کے شوق میں سب سے الگ تھلگ ہوجانے والے معاذ کو بے خبری میں گھیر کر بری طرح زدوکوب کرتے ہیں اور بلندی سے اسے دھکا دے دیتے ہیں۔ معاذ کے واپس نہ آنے پر انتظامیہ کے افراد، پولیس اور ریسکیو ذرائع کی مدد سے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ ادھر معاذ کو ہوش آتا ہے تو وہ خود کو ایک جوگی کی جھونپڑی میں پاتا ہے۔ اپنی حالت سے اسے اپنے شدید زخمی ہونے کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ جوگی اپنی خاص جڑی بوٹیوں کی مدد سے اس کا علاج کرتا ہے۔ معاذ کا موبائل جنگل میں ہی کہیں گر جاتا ہے اور جوگی کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا جس سے باہر کی دنیا سے رابطہ کیا جاسکے۔ وہاں رہتے ہوئے جوگی کی شخصیت اس کے لیے دلچسپی کا باعث بن جاتی ہے۔ جوگی بھی اسے پسند کرنے لگتا ہے اور ایک دن اسے بتاتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں قدرت کچھ خاص صلاحیتوں سے نواز کر دنیا میں بھیجتی ہے۔ معاذ سے خاصی بات چیت کے بعد وہ اسے پراسرار علم سکھانے کی ہامی بھر لیتا ہے اور معاذ واقعی اس سے یہ علم سیکھنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ ادھر جائے وقوعہ سے ملنے والے معاذ کے کیمرے سے جب تصویریں نکلوائی جاتی ہیں تو بہت سے قدرتی مناظر کی تصویروں میں سے ایک ایسی تصویر بشریٰ کی نظر میں آجاتی ہے جس میں بہت دور ایک درخت کے پیچھے سے ایک چہرہ جھانکتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ کافی کوشش کے بعد اس چہرے کو پہچان لیتی ہے۔ یہ وہی لڑکا ہوتا ہے جو اس کو اغوا کرنے کی کوشش کرنے والوں میں شامل تھا۔ اصل میں وہ لڑکا کامران اسی شخص کا بیٹا ہے جس کے پروجیکٹ کے غیر قانونی ہونے کے سلسلے میں بشریٰ تحقیق کر رہی تھی۔ بشریٰ کے اپنے والد جرنلسٹ ہوتے ہیں اور حق گوئی ان کے خون میں شامل تھی۔ اس انکشاف کے بعد وہ پولیس سے رابطہ کرتی ہے۔ اس کی پاداش میں بشریٰ کو کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کی ماں کو بے آبرو کر کے مار دیا جاتا ہے جبکہ باپ صدمے سے جان دے دیتا ہے۔ اس سب میں باذل نامی غنڈے کا ہاتھ ہوتا ہے۔ بشریٰ انتقام لینے کی ٹھان لیتی ہے۔ ان تکلیف دہ دنوں میں ہی معاذ واپسی کا ارادہ کرتا ہے تاہم ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ ڈاکو اسے پہچان کر اس کا سودا عرفان اللہ اور یزدانی سے کرنا چاہتے ہیں۔ معاذ کو وقاص نامی ایک لڑکا وہاں سے نکال لے جاتا ہے۔ ادھر باذل اچانک بشریٰ کو چھاپ لیتا ہے اور اسے بے آبرو کر دیتا ہے۔ معاذ کو واپس لانے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے اس کے بھائی کو اغوا کر لیا جاتا ہے اور اسے واپس آنے کا پیغام دیا جاتا ہے۔ معاذ دشمنوں کے پاس خود حاضر ہوجاتا ہے۔ وہ لوگ کسی دوسری پارٹی سے اس کا سودا کر کے اسے ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ قید میں معاذ سے معلومات لی جاتی ہیں، نہ بتانے پر اس کے بھائی کا ایک گردہ نکال لیا جاتا ہے۔ مجبوراً معاذ کو سب بتانا پڑتا ہے۔ ادھر بشریٰ بھی انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی سونیا خان سے مل جاتی ہے اور اس کی ٹریننگ شروع ہوجاتی ہے۔ معاذ کو بچانے والا لڑکا وقاص اپنے گرو کے ساتھ ایک پارٹی میں جاتا ہے۔ وہاں اسے معاذ کے حوالے سے مشکوک ایک شخص نظر آتا ہے۔ وہ اس کے پیچھے جاتا ہے مگر اسے گھیر لیا جاتا ہے۔ بہرحال وقاص کو تنبیہ کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ادھر معاذ کے دوست عالم شاہ کے بہنوئی کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ معاذ کئی فنون میں مہارت حاصل کر لیتا ہے۔ اسے ہپناٹائز کر کے اس کے دماغ پر کنٹرول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاہم وہ فیضو سے حاصل انوکھے علم کی بدولت ان کا معمول نہیں بنتا۔ عالم شاہ اور اس کا نوکر سرمد، باذل کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ عالم کی بہن سجل شاہ کے نومولود بیٹے کو اغوا کر لیا جاتا ہے اور اغوا کا الزام لطیف سومرو پر آتا ہے۔ عالم شاہ، باذل کی قید میں موجود ایک زخمی شخص کی مدد سے وہاں سے فرار ہوجاتا ہے۔ ادھر بشریٰ دبئی پہنچ جاتی ہے۔ وہاں وقاص اسے باربی کے روپ میں پہچان لیتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اعتماد کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔ وہ سلطان کو مارنا چاہتی ہے تاہم وقاص اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے۔ ادھر عالم شاہ، باذل کی قید سے نکل کر اس کا پیچھا کرتا ہے تاہم وہاں اچانک فائرنگ اور دھماکے ہونے لگتے ہیں۔ وہ وہاں معاذ کو دیکھتا ہے۔ صداقت شاہ، لطیف سومرو کو گھیرنے کے لیے اس کی خفیہ بیوی اور بچے کا کھوج لگاتے ہیں اور بچے کو اغوا کر لیتے ہیں۔ لطیف سومرو مجبور ہوجاتا ہے۔ معاذ کو اس کے گھر والوں سے ملنے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ عالم شاہ کو اس کے والد انڈیا روانگی کا عندیہ دیتے ہیں۔ ادھر معاذ بھی ایک مشن پر سونیا کے ساتھ انڈیا روانہ ہوتا ہے تاہم کچھ لوگ سکھ یاتریوں سے بھری بس کو یرغمال بنا لیتے ہیں۔ معاذ اور سونیا تہ خانے کے تمام افراد کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں تاہم باہر موجود دیگر اغوا کاروں سے مقابلہ ہوتا ہے اور معاذ زخمی ہوجاتا ہے۔ صداقت شاہ کے انڈیا

www.zemtime.com

میں موجود رشتے دار کے ہاں شادی ہوتی ہے۔ عالم شاہ، سجل اور سرمد انڈیا روانہ ہوجاتے ہیں۔ ائرپورٹ سے گھر روانگی پر راستے میں کچھ لٹیرے انہیں لوٹ لیتے ہیں۔ عالم شاہ ایکشن میں آنا چاہتا ہے تاہم اجالا نامی عالم شاہ کی کزن اس کا راستہ روک لیتی ہے۔ گھر پہنچنے پر پولیس کی ریڈ ہوتی ہے اور وہ عالم شاہ اور سرمد کو لے جاتے ہیں۔ ادھر بشریٰ اور وقاص باذل کو اسپتال میں مارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ بچ جاتا ہے۔ معاذ اور سونیا پناہ کی تلاش میں ہوتے ہیں اور بالآخر اپنے سہولت کاروں سے مل جاتے ہیں۔ عالم شاہ اور سرمد کو تشدد کا نشانہ بنا کر ویرانے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ وہ لوگ واپس اپنے میزبانوں کے ہاں پہنچ جاتے ہیں۔ شادی کے دوران انہیں پتا لگتا ہے کہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اجالا اور اس کا عاشق شامل ہوتے ہیں۔ وہ چھپ کر ان کی باتیں سن رہا ہوتا ہے کہ اسے چھاپ لیا جاتا ہے۔ تاہم وہاں مارا ماری ہوتی ہے اور اجالا کا عاشق مارا جاتا ہے۔ پولیس ان کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ ان کے کزن انہیں اپنے دوسرے خفیہ بنگلے پر پہنچا دیتے ہیں جہاں کچھ لوگ ان پر حملہ کر دیتے ہیں۔ وہ وہاں سے بحفاظت نکل جاتے ہیں۔ ادھر معاذ کو سونیا اپنے ساتھ نئے مشن پر لے کر جاتی ہے جس میں ایک ریلوے لائن کو دھماکے سے اڑانا ہوتا ہے۔ معاذ ایسا نہیں چاہتا اس لیے وہ ٹرین کی آمد سے قبل بارودی دھماکا کر دیتا ہے۔ وہ زخمی ہوجاتا ہے اور اسے ہندو سادھو اپنی کٹیا میں لے جاتا ہے جہاں اس کی اچھی دیکھ بھال ہوتی ہے۔ سونیا کے آدمی معاذ کو تلاش کرتے ہیں مگر ناکام ہوجاتے ہیں۔ ادھر عالم شاہ اور سرمد خفیہ ذریعے سے بارڈر پار کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ دھر لیے جاتے ہیں اور ''را'' کی قید میں پہنچ جاتے ہیں۔ انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ادھر بشریٰ باذل کو مارنے کی کوشش میں خود نشانہ بن جاتی ہے۔ معاذ سادھو کی مدد سے ایک انڈین ہیروئن کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ وہیں اسے عالم اور سرمد کی گرفتاری کا پتا چلتا ہے۔ ادھر سجل کو اس کا شوہر ذہنی اذیت دیتا ہے۔ معاذ ڈاکٹر فردوس سے ملتا ہے اور اسے سجل کی مدد کرنے کا کہتا ہے۔ عالم اور سرمد قید سے فرار کا سوچتے ہیں اور دھر لیے جاتے ہیں جس کی پاداش میں انہیں مزید تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ معاذ، وشا کے ذریعے عالم اور سرمد کو رہائی دلوانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ اس کا پیچھا کرتا ہے تاہم وشا کی گاڑی حادثے کا شکار ہوجاتی ہے۔ علینہ اور وقاص وغیرہ کو لالہ عیسیٰ ملک سے باہر نکال دیتا ہے اور ہر ممکن احتیاط کی ہدایت کرتا ہے لیکن علینہ پاکستان میں ثوبیہ سے رابطہ کرتی ہے جو ان کے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔ ثوبیہ پر تیزاب پھینک دیا جاتا ہے۔ ادھر معاذ، سجل کے لیے پریشان ہوتا ہے اور اسے وہاں سے نکالنا چاہتا ہے۔ وقاص، علینہ اور اس کے گھر والوں کو مار دیا جاتا ہے۔ معاذ سبھاش نامی شخص کے خلاف کارروائی کرتا ہے تاہم وہ مارا جاتا ہے اور معاذ بھی زخمی ہوجاتا ہے اور اپنا نشان وہاں چھوڑ دیتا ہے۔ ڈاکٹر فردوس معاذ کو دیوا نامی شخص سے مدد لینے کا کہتی ہے۔ معاذ اس کے ساتھ مل کر موہن نامی ''را'' کے ایجنٹ کو اغوا کر لیتا ہے۔ معاذ اپنے کزن کو پاکستان کال کرتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ اس کے گھر والوں کو مار دیا گیا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی ٹھان لیتا ہے۔ ادھر ڈاکٹر فردوس کو اس کے سسرال والے سجل کو بھگانے کی پاداش میں تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ معاذ، عالم اور سرمد کی رہائی کے لیے کارروائی کرتا ہے اور انہیں ''را'' کی قید سے نکالنے میں کامیاب ہوجاتا ہے لیکن عالم اور سرمد کو دیوا کے آدمی کسی دوسری جگہ پہنچا دیتے ہیں۔ سونیا معاذ کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجاتی ہے اور اسے اپنے تعاون اور مدد کی یقین دہانی کرواتی ہے۔ ادھر باذل ایک جگہ لالہ عیسیٰ کی موجودگی پر کارروائی کرتا ہے تاہم لالہ خود کو گولی مار کر ختم کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر فردوس کا انتقال ہوجاتا ہے۔ دیوا گینگ ڈاکٹر فردوس کی میت اٹھنے پر وہاں فائرنگ کر دیتے ہیں۔ شکیل اور جلیل مارے جاتے ہیں اور فیصل اور پانڈے زخمی ہوجاتے ہیں۔ پولیس دیوا کو گھیر لیتی ہے۔ معاذ دیوا اور اس کے آدمیوں کو نکالنے کے عوض عالم کا پتا معلوم کر لیتا ہے۔ سونیا اور معاذ حیدرآباد نواب بدرالدین کی حویلی پہنچ جاتے ہیں۔ تاہم کالے خان اور رادھا دیوی کو میڈم ایکس کے شکنجے سے چھڑانے کے لیے انہیں واپس آنا پڑتا ہے، کالے خان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ معاذ نواب صاحب کی حویلی میں عالم اور سرمد کی رہائی کے لیے کارروائی کرتا ہے مگر نواب صاحب کا بیٹا ان کے سامنے آجاتا ہے۔ وہ سجل کو بھی اغوا کر کے حویلی لے آتا ہے۔ تاہم وہ لوگ عبید کو قبضے میں کر کے وہاں سے نکل جاتے ہیں۔ وہ لوگ نئے ٹھکانے پر پہنچتے ہیں تو وہاں معاذ سے ملنے جارو نامی شخص آتا ہے۔ اسے معاذ نے ''را'' کی قید سے نکالا ہوتا ہے۔ ادھر سجل کا بیٹا اعظم اپنی ناک میں پتھر پھنسا لیتا ہے۔ جارو اور معاذ، سجل سمیت اسپتال جاتے ہیں اور پہچان لیے جانے پر پولیس ان کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ پولیس سے مقابلے کے بعد وہ ایک بستی میں پناہ کے لیے گھس جاتے ہیں اور دو لوگوں کو یرغمال بنا کر ان کی جھونپڑی میں قیام کرتے ہیں۔ ادھر سونیا عالم وغیرہ سمیت سب کو ٹھکانا بدلنے کا کہہ کر معاذ کی تلاش میں نکلتی ہے اور اسے بستی میں پہنچنے پر معاذ کا سراغ ملتا ہے۔ معاذ اور جارو وغیرہ انوپ نامی شخص کے ساتھ اس کے مالک کے بنگلے میں قیام کرتے ہیں۔ سونیا بھی معلومات حاصل کرتی ہوئی مذکورہ بنگلے تک پہنچ جاتی ہے۔ عالم شاہ اور سرمد بھی سونیا کا پیچھا کرتے ہوئے وہیں پہنچ جاتے ہیں۔ ادھر وقاص وغیرہ زندہ ہوتے ہیں۔ وقاص حلیہ بدل کر گلو کا باڈی گارڈ بنتا ہے۔ وہ معاذ کو تلاش کرنے کے لیے انڈیا روانہ ہوتا ہے۔ وہاں اس کی گل خان سے ملاقات ہوتی ہے اور معاذ کا سراغ ملتا ہے۔ سونیا، معاذ اور دیگر ساتھیوں سے مل جاتی ہے تاہم جہاں وہ ہوتے ہیں وہ جگہ خطرناک ہوتی ہے۔ خطرہ ان کے سر پر منڈلا رہا ہوتا ہے۔

اب آپ مویدو اثبات ملاحظہ فرمائیے

''بھارت سے بہت اہم خبریں آئی ہیں میڈم!''

''تفصیل سے بتاؤ۔'' میڈم ایکس نے بے تاثر چہرے کے ساتھ حکم دیا۔

''گلو استاد نے اپنے جس آدمی کو حامد کے کہنے پر

www.zemtime.com

بھارت بھیجا تھا، پہلے انکشافات تو اسی کے بارے میں ہوئے ہیں۔'' اس نے ذرا توقف کیا تو میڈم کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھیں۔

''باذل کا کہنا ہے کہ اس شخص کو وہ گلو استاد کے باڈی گارڈ کے طور پر جانتا تھا اور گلو نے اس پر ظاہر کیا تھا کہ وہ گونگا بہرہ ہے لیکن اب وہ دیکھ رہا ہے کہ اس شخص میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے۔'' انہیں گلو پر شک تھا اور باذل کے ساتھ یہ معاملہ طے کیا تھا کہ اگر وہ گلو کی مشکوک حرکات کے پیچھے موجود ''وجہ'' کو ڈھونڈ لائے تو اس کے سارے قصور معاف کر دیے جائیں گے۔ باذل کی فرمائش پر سونیا کی تلاش کے نام پر حامد کے ذریعے ایک جال بھی بچھا دیا گیا تھا اور اب انہیں اپنے مطلب کی رپورٹیں ملنا شروع ہو گئی تھیں۔

''حامد کا ہائر کردہ بندہ پروگرام کے مطابق طے شدہ فلائٹ سے حیدر آباد کے لیے روانہ نہیں ہوا تھا۔ باذل مسلسل اس کا پیچھا کرتا رہا۔ ایک جگہ وہ ایک پٹھان سے ملا۔ باذل نے ان دونوں کے درمیان جو گفتگو سنی، اس سے پتا چلا کہ وہ بندہ سونیا میڈم سے زیادہ معاذ کی فکر میں ہے۔'' اس شخص نے من و عن وقاص اور گل خان کے درمیان ہونے والی گفتگو میڈم ایکس کو سنا ڈالی۔

''گل خان اس بندے کو اپنے ساتھ لے کر سونیا میڈم کے ایک آدمی سے ملنے گیا اور پھر وہ لوگ اگلی فلائٹ سے حیدر آباد چلے گئے۔ وہاں وہ جیکی نام کے بندے سے ملے ہیں۔ اس طرح بھارت میں سونیا میڈم کے لیے کام کرنے والی ٹیم ہمارے سامنے آ گئی ہے۔'' وقاص کو جو شناختی کاغذات وغیرہ دیے گئے تھے، ان کے ساتھ ایک چپ منسلک تھی جس سے وہ لوگ مسلسل اس کی لوکیشن سے آگاہ رہ رہے تھے۔

''سونیا کی ٹیم کو ختم کر دو۔'' حکم صادر ہوا۔

''جو حکم میڈم!'' اس نے فوراً سر خم کیا۔

''اور کچھ.....؟''

''آخری اطلاعات کے مطابق وہ لوگ جیکی کے ساتھ حیدر آباد کے مضافات کی طرف سفر کر رہے تھے۔''

''او کے، اتنا کافی ہے۔'' میڈم ایکس نے اس شخص کو جانے کا اشارہ کیا۔ جیسے ہی وہ شخص باہر نکلا، اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور یکدم ہی وہ بہت رنجیدہ اور شکست خوردہ دکھائی دینے لگی۔

''کاش، تم حالات کو اس نہج پر نہ لے گئی ہوتیں سونیا! تم نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے اور اب میں چاہ کر بھی تمہاری زیادہ مدد نہیں کر سکتی۔'' زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے بوتل سے جام بھرا اور ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ نشے میں مدہوش ہو کر غم و پریشانی کو بھلا دینے کی خواہش رکھنے والوں میں سے نہیں تھی۔ وہ صرف اپنے اعصاب کو مضبوطی دینے کے لیے پی رہی تھی۔

☆☆☆

''سونیا..... کیا بات ہے؟ کیا کہیں کوئی گڑبڑ ہے؟'' پڑوس کے بنگلے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے معاذ کی اس پر نظر پڑی تھی اور وہ اس کے انداز کا غیر معمولی پن محسوس کیے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

''تفصیلات بتانے کا وقت نہیں ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہے، اپنا ضروری سامان سمیٹو اور یہاں سے نکلو۔''

''کیا مطلب؟ ایسے کیسے نکل کھڑے ہوں۔ کیا تم بھول گئی ہو کہ باہر پولیس نے ناکے لگائے ہوئے ہیں؟'' معاذ نے اسے ٹوکا تو وہ چونک گئی۔ سر پر منڈلاتے خطرے نے اسے انڈین پولیس کو تو بھلا ہی دیا تھا۔

''ہم ناکا توڑ کر نکل سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اس وقت دنیا کا بہترین اسلحہ موجود ہے۔ پولیس ہمیں روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔''

''گن تو واقعی اچھی ہے لیکن اس ایک گن سے ہم کس کس کا مقابلہ کریں گے؟'' معاذ نے اس کے پاس موجود گن پر ایک ستائشی نظر ڈالی۔

''صرف ایک گن نہیں ہے۔ ابھی عالم اور سرمد یہاں آئیں گے تو دیکھ لینا کہ کتنا کچھ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔''

''پڑوس کے بنگلے سے؟''

''یہ سوال جواب بعد میں کر لینا، پہلے یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو۔'' معاذ کی مسلسل تفتیش نے اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ اس سے قبل کہ معاذ جواب میں کچھ کہتا، ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''صاحب یا بیگم صاحبہ ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک ضرور روز کال کر کے مجھ سے رپورٹ لیتا ہے۔'' گھنٹی سنتے ہی انوپ بول اٹھا۔

''تم کال ریسیو کرو۔'' سونیا کہتے ہوئے ڈھیلے ڈھالے انداز میں ایک صوفے پر ٹک گئی۔

''ایک بھی الٹا سیدھا لفظ کہا تو سیدھی کھوپڑی اڑا دوں گا۔'' انوپ کو ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھتے دیکھ کر معاذ نے دھمکی دی اور اپنا پسٹل نکال کر اس کی کھوپڑی پر

www.zemtime.com

رکھ دیا۔ انوپ کا خوشی سے کھل اٹھنے والا چہرہ لٹک گیا اور اس نے ریسیور اٹھا کر مری مری آواز میں ''ہیلو'' کہا۔ دوسری طرف سے جو بھی کہا گیا، اس نے اس کے چہرے پر حیرت بکھیر دی۔

''وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔'' اگلے ہی لمحے وہ ریسیور قریبی صوفے پر بیٹھی سونیا کی طرف بڑھا رہا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے؟ تمہارے مالک کو کیسے پتا کہ سونیا یا کوئی اور یہاں موجود ہے؟'' معاذ نے پسٹل کی نال سے اس کی گردن پر دباؤ ڈالتے ہوئے سوال کیا۔ سونیا البتہ مہر بہ لب تھی اور ستے ہوئے چہرے کے ساتھ ریسیور تھام چکی تھی۔

''ہیلو!'' وہاں موجود ہر شخص اس کے لہجے کی لرزش محسوس کر چکا تھا۔ اس واحد لفظ کی ادائیگی کے بعد اس کی زبان سے کچھ نہ نکلا اور وہ لب بھینچے دوسری طرف کی گفتگو سنتی رہی۔ دوسری طرف سے جو کچھ کہا جا رہا تھا، وہ یقیناً اس کے لیے تکلیف دہ اور پریشان کن تھا جس کی وجہ سے اس کے ماتھے پر لمحہ بہ لمحہ شکنوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

''ٹھیک ہے، میں سوچتی ہوں۔'' کافی دیر خاموشی سے دوسری طرف کی گفتگو سننے کے بعد اس نے ایک مختصر جملہ ادا کیا اور ریسیور رکھ دیا۔

''ارے سونیا تم؟ تم کب یہاں پہنچیں؟'' وہ خود پر جمی سوالیہ نظروں کے جواب میں کچھ بولتی، اس سے قبل ہی سجل، اعظم کو گود میں اٹھائے اپنے زیر استعمال کمرے سے باہر نکلی اور سونیا کو سامنے پا کر پُرجوش ہو گئی۔ سونیا عادت و فطرت میں اس سے مختلف سہی لیکن مسلسل غیر مردوں کے درمیان رہتے ہوئے ایک دوسری عورت کو سامنے پا کر اسے اچھا لگا تھا۔

''تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے مجھے آئے اور میں اکیلی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ اور لوگ بھی ہیں۔'' سونیا نے ہونٹوں پر زبردستی مسکراہٹ سجا کر اسے جواب دیا اور اس کی گود میں موجود اعظم کو پیار کرنے لگی۔ نہا دھو کر صاف ستھرا لباس پہننے سے اس کے مزاج پر اچھا اثر پڑا تھا اور خوب قلقاریاں مار رہا تھا۔

''ادا سائیں..... ادا سائیں آئے ہیں تمہارے ساتھ؟'' سجل بے چین ہوئی۔

''بالکل، میری بہن!'' جواب میں سونیا کے بجائے بھاری مردانہ آواز سننے کو ملی تو وہ کرنٹ کھا کر پلٹی اور بے قراری سے جا کر عالم شاہ سے لپٹ گئی۔ معاذ نے اس منظر سے نظریں پھیریں اور سونیا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

''اب بتاؤ، کیا بات ہے؟'' وہ سب سے الگ تھلگ دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھے تو اس نے سونیا کو کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔ فون کال سننے کے بعد اس میں عجیب تبدیلی آئی تھی۔ چند لمحے قبل وہ بے چین تھی کہ فوری طور پر اس جگہ سے نکلا جائے اور اب یوں ٹھس ہو گئی تھی جیسے کرنے کو کچھ باقی نہ بچا ہو۔

''کچھ بولو گی بھی یا نہیں؟'' اسے مسلسل خاموش پا کر وہ تھوڑا سا جھنجلایا۔

''مجھ سے میری زندگی کی کہانی سنو گے معاذ؟'' سوال کے جواب میں سوال آیا، وہ بھی ایسا جس نے معاذ کو اس کی ذہنی حالت کی طرف سے مشکوک کر دیا۔

''ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ ہمیں فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہے اور اب قصے کہانیاں سنانے کی بات کر رہی ہو۔''

''یہ اختیار اب ہمارے پاس سے ختم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں کوئی اور فیصلہ کرنا ہے۔'' اس کی آنکھوں میں ویرانی سی تھی۔ وہ، وہ سونیا ہی دکھائی نہیں دے رہی تھی جسے مشکل سے مشکل حالات سے بھی لڑنا آتا تھا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں۔ کیا تم بتاؤ گی کہ تمہارے لیے یہاں کس کی کال آئی تھی؟'' معاذ کے لہجے میں ہلکا سا شک تھا۔ بے شک سونیا نے کئی بار ان کا ساتھ دیا تھا لیکن اسے بھولنا نہیں تھا کہ وہ دشمنوں کی صف میں سے ہے۔

''کال کرنے والے کی شخصیت اور کال کرنے کی وجہ کو سمجھنے کے لیے تمہیں میری کہانی سننا پڑے گی۔''

''اگر ایسا ہے تو پھر ضرور سناؤ۔'' آخر معاذ کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

''میری کہانی، میرے باپ تیمور خان سے شروع ہوتی ہے۔ اس کا تعلق افغانستان سے تھا۔ برسوں پہلے وہ اپنے والدین کے ساتھ امریکا گیا تھا اور وہاں کی تہذیب میں رچ بس کر خود کو تیمور کے بجائے ٹام کہلوانے لگا تھا۔ رنگ و روپ بھی ایسا تھا کہ کسی کو شک نہیں ہو پاتا تھا کہ ٹام کے پردے کے پیچھے کوئی تیمور خان بھی ہو سکتا ہے۔'' اس کی طرف سے اشارہ پا کر سونیا نے بلا توقف اپنی داستان سنانا شروع کر دی تھی اور ابتدائی جملوں نے ہی معاذ کی توجہ پوری طرح اپنی طرف مبذول کروا لی تھی۔

''ٹام ذہین بھی تھا اور ہینڈسم بھی اس لیے لڑکیوں کے لیے مقناطیس جیسی کشش رکھتا تھا۔ وہ اپنی اس کشش سے فائدہ اٹھانے سے چوکتا نہیں تھا لیکن ابھی تک اس کی زندگی میں ایسی لڑکی نہیں آئی تھی جس کے لیے وہ خود کشش محسوس

www.zemtime.com

کرتا۔ یونیورسٹی کے دور میں آخر کار ایسی لڑکی بھی اسے ٹکرا ہی گئی۔ اسرائیل سے تعلق رکھنے والی رابیل خوبصورتی اور ذہانت میں اس سے شاید ایک قدم آگے ہی تھی اور اس ایک قدم آگے ہونے نے ٹام کو رابیل کے پیچھے لگا دیا۔ رابیل بھی زیادہ دن اسے نظر انداز نہیں کر سکی۔ دونوں میں دوستی ہوئی اور دوستی بڑھتے بڑھتے محبت کا روپ دھار گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کے مزاج کے رنگ پہچانے اور فیصلہ کر لیا کہ وہ ایک دوسرے ہی کے لیے بنے ہیں لیکن.....'' اس ''لیکن'' سے آگے سونیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

''ٹام نے اسے تھوڑے دنوں کے ساتھ میں ہی جان لیا تھا کہ رابیل پکی یہودن ہے اور وہ ہرگز یہ قبول نہیں کرے گی کہ کسی مسلمان کو اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر چنے۔ رابیل کو کھونے کے ڈر سے اس نے اپنا تیمور ہونا چھپا لیا اور ٹام بن کر اس کے ساتھ عشق کے وہ سارے مرحلے طے کر لیے جن پر آزاد معاشروں میں کوئی قدغن نہیں ہوتی۔''

''لیکن یہ تو دھوکا تھا اور محبت میں دھوکا دینے کی گنجائش نہیں ہوتی۔'' معاذ بے ساختہ ہی درمیان میں بول اٹھا۔

''تیمور خان عرف ٹام اس نکتے کو نہیں سمجھ سکا تھا جس کا نتیجہ ناقابلِ تلافی نقصان کی صورت نکلا اور میں آج بھی اس کے نتائج بھگت رہی ہوں۔'' اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی اداسی تھی۔

''یقیناً رابیل پر اس کا جھوٹ کھل گیا ہوگا؟''

''ہاں۔'' سونیا کی گردن اثبات میں ہلی۔

''محبت کی نشانی کوکھ میں آنے پر رابیل نے اس سے مطالبہ کیا کہ اب اس تعلق کو قانونی رشتے میں تبدیل کر لینا چاہیے۔ ٹام کو اعتراض نہیں تھا لیکن وہ بھول گیا تھا کہ قانونی رشتہ طے کرنے کے لیے قانونی دستاویزات بھی استعمال ہوں گی اور ان دستاویزات میں وہ ٹام نہیں، تیمور خان ولد شامل خان تھا۔''

''یعنی دھوکا پکڑا گیا اور رابیل نے تیمور خان کو چھوڑ دیا؟'' معاذ نے فوراً اندازہ لگایا۔

''چھوڑا ہی تو نہیں۔ رابیل کوئی عام لڑکی تھوڑی تھی جو اپنے ساتھ ہونے والے دھوکے کو بریک اپ کا نام دیتی اور خاموشی سے تیمور کی زندگی سے نکل جاتی۔''

''پھر؟''

''پھر یہ کہ اس نے تیمور کو اس دھوکے کی سزا دینے کا فیصلہ کیا اور ایک روز وہ روڈ ایکسیڈنٹ میں مارا گیا۔'' اس کی خوبصورت آنکھوں میں اداسی جھلکی۔

''اوہ نو..... مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی کسی سے محبت کا دعویدار ہو اور اسے یوں بے دردی سے ہلاک کروا دے۔'' معاذ کو سن کر دھچکا لگا۔

''انتہا پسندی انسان سے کچھ بھی کروا سکتی ہے۔ رابیل کی انتہا پسندی نے بھی محبت کو لمحوں میں نفرت میں بدل دیا۔''

''مگر کسی کو قتل کروا دینا، وہ بھی امریکا جیسے ملک میں، کوئی معمولی کام تو نہیں ہے۔ رابیل نے یہ کام کیسے کیا؟''

''میں نے بتایا نا کہ وہ کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔ اس کا یہودی انتہا پسند باپ پہلے ہی ایک ایسی تنظیم سے وابستہ تھا جو دنیا بھر میں اسرائیل کے مفاد کے لیے کام کرتی تھی۔ رابیل بھی ہائی اسکول کے زمانے ہی سے اس تنظیم کی ممبر بن چکی تھی اور اس کے لیے بالکل بھی مشکل نہیں تھا کہ وہ یوں کسی کو ہلاک کرا دیتی۔''

''بہت ہی عجیب اور افسوسناک داستان ہے۔''

''اگر داستان وہیں ختم ہو جاتی تو پھر بھی کم افسوسناک ہوتی لیکن رابیل کے غم و غصے نے اسے اور بھی افسوسناک بنا دیا۔ اس سے یہ ہتک سہی ہی نہیں جاتی تھی کہ وہ کسی مسلمان کے بچے کو جنم دینے جا رہی ہے۔ اگر خود اس کی جان کو خطرہ نہیں ہوتا تو وہ اس بچے یعنی مجھے اس دنیا میں آنے سے قبل ہی ختم کروا دیتی۔'' وہ اپنی ان چاہی زندگی پر ناخوش نظر آ رہی تھی۔

''تمہیں یہ سب کچھ تمہاری ماں نے بتایا ہے؟'' معاذ نے پوچھا۔

''نہیں، شروع میں تو میں صرف اتنا جانتی تھی کہ میرا باپ میرے دنیا میں آنے سے قبل ایک حادثے میں مر چکا ہے لیکن آہستہ آہستہ مجھے پتا چل ہی گیا کہ حقیقت کیا ہے۔''

''کیا حقیقت معلوم ہونے کے بعد تم نے اپنے دل میں اپنی ماں کے لیے نفرت محسوس کی؟''

''جسے محبت سے شناسائی نہ ہو، وہ نفرت کرنے کی اہلیت بھی کہاں رکھتا ہے۔ میں تو بس ایک غلام تھی جسے خود سے کچھ سوچنے، سمجھنے اور کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے بچپن کو بچپن کی طرح نہیں جیا۔ مجھے کبھی ماں کی آغوش کی گرمی نصیب ہوئی نہ کبھی میں نے دوستوں کے ساتھ بے فکری سے کھیلنے کودنے کا لطف اٹھایا۔ میں ایک پالتو جانور کی طرح تھی جسے اس کی مرضی کے خلاف سدھایا جاتا رہا۔ جبلت نے کبھی مجھے اِدھر اُدھر بھٹکایا بھی تو سخت سزاؤں نے واپس اس ٹریک پر ڈال دیا جس پر وہ مجھے چلانا چاہتے تھے۔ کڑی مشقتوں سے گزر کر میں نے وہ سب سیکھا جو مجھے

www.zemtime.com

سکھایا گیا اور وہ سب کیا جس کا مجھے حکم دیا گیا۔''

''یہ تو ظلم ہے۔''

''صرف تمہارے نزدیک..... جبکہ کرنے والے تو اپنے خیال میں اپنے ملک اور مذہب کی خدمت کر رہے تھے۔'' وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''یعنی اپنی ماں کی طرح تم بھی اپنے نانا کی تنظیم کا حصہ بن گئیں؟''

''کہہ سکتے ہیں..... لیکن سچ یہ ہے کہ وہ تنظیم اب میرے نانا کے زمانے سے زیادہ خطرناک اور طاقتور ہو چکی ہے اور کچھ پالیسیوں میں تبدیلی کے بعد دنیا بھر میں اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ دولت اور طاقت کے حصول کے لیے ہر طرح کا حربہ استعمال کیا جا رہا ہے اور پشت پناہی کے لیے وہ ساری عالمی طاقتیں موجود ہیں جن کے مفادات کی تنظیم حفاظت کرتی ہے۔'' سونیا اس پر انکشاف کر رہی تھی۔

''یقیناً تمہاری ماں کو تنظیم میں اہم مقام حاصل ہوگا؟''

''بالکل، وہ تنظیم کے ان بڑوں میں شامل ہے جو فیصلہ سازی کا اختیار رکھتے ہیں۔ کئی برسوں سے اس نے میڈم ایکس کے نام سے پاکستان میں قیام کر رکھا ہے اور منشیات و اسلحے کی اسمگلنگ، خفیہ معلومات کی منتقلی اور دہشت گردی سمیت ہر اس معاملے کی سرپرستی کرتی ہے جس سے ایک طرف تمہارے لوگوں کو نقصان پہنچے تو دوسری طرف تنظیم کو مالی فوائد حاصل ہوں۔ بھارت کے لیے خصوصاً معاوضتاً ایسے کام کیے جاتے ہیں جن سے پاکستان کی معیشت اور ساکھ کو نقصان پہنچایا جا سکے۔''

''اور تم اس تنظیم کا ایک اہم پُرزہ تھیں۔'' معاذ نے شکوہ کرنے والے انداز میں کہا۔

''مجھے ہونا ہی تھا۔ ایک ایسی بچی جس نے آنکھ ہی ان کے درمیان کھولی تھی، ان کی مرضی پر چلنے کے سوا کر بھی کیا سکتی تھی۔ تم نے ان کی طاقت دیکھی ہے نا؟ میڈم ایکس نے جب تمہیں اپنی تنظیم کے لیے منتخب کیا تو تم ایک بالغ انسان ہو کر بھی ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے تھے۔'' سونیا نے اسے جتایا۔

''اپنے پیاروں کی محبت نے میرے ہاتھ پیر ضرور باندھے تھے لیکن یہ تم بھی جانتی ہو کہ وہ کبھی مجھ سے میرے وطن کے مفاد کے خلاف کام کروانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہر بار میں نے انہیں ڈاج دے کر اپنا دامن صاف رکھا۔'' اس کے پاس بھی اپنی صفائی دینے کے لیے دلیل موجود تھی۔

''تم نے مزاحمت اس لیے کی کہ تم باشعور تھے لیکن ایک چھوٹی سی بچی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ ان کے زیر تربیت پرورش پا کر میں اس قدر ان کی مطیع بن چکی تھی کہ جب داراب خان جیسے ناپسندیدہ شخص سے وابستہ کی گئی، تب بھی آواز نہیں اٹھا سکی۔'' اس کے لہجے میں وہی دکھ تھا جس سے کسی ناپسندیدہ بندھن میں بندھی عورت گزرتی ہے۔

''عجیب ہے تمہاری ماں۔ خود اپنے لیے تو اسے ایک مسلمان مرد قبول نہیں تھا اور تمہیں جانتے بوجھتے ایک مسلمان سے بیاہ دیا۔''

''مسلمان کے ہاتھوں پھنسنے اور اسے پھنسانے میں فرق تھا۔ داراب خان افغانستان سے اسلحے اور منشیات کی اسمگلنگ کا سب سے بڑا ڈیلر تھا۔ اسے اپنے قابو میں رکھنے کے لیے مجھے اس کے ساتھ نتھی کر دیا گیا۔ جب سے میں اس کی بیوی بنی تھی، ہر ڈیل میری مرضی کے مطابق ہوتی تھی اور داراب خان کی حیثیت بس ایک کٹھ پتلی کی رہ گئی تھی۔ ساتھ ہی مجھ پر پابندی بھی تھی کہ میں اس کے بچے کی ماں نہیں بنوں گی۔ ظاہر ہے مجھے بھی اس بن مانس سے کوئی انسیت نہیں تھی اس لیے داراب خان اس شادی میں سراسر خسارہ اٹھا کر ہی دنیا سے گیا۔'' اس نے اپنے مخصوص بے نیاز انداز میں کندھے جھٹک کر جواب دیا۔

''اب کیا ہوا تھا کہ تم سارے خوف بھلا کر تنظیم سے بغاوت پر اتر آئیں۔'' معاذ اس سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن پھر نہ کر سکا۔ اسے خود ہی احساس ہو گیا تھا کہ وہ اس سوال کا جواب جانتا ہے۔

''چلو ٹھیک ہے۔ یہاں تک تو مجھے ساری بات سمجھ آ گئی ہے اور مجھے تم سے ہمدردی بھی ہے کہ ایک عورت نے اپنی انا اور نظریات کی جنگ میں تمہاری ذات کو بھینٹ چڑھا دیا لیکن اس سب میں میرے اس سوال کا جواب کہاں ہے کہ تمہیں یہاں کال کرنے والا شخص کون تھا اور اس نے تم سے ایسا کیا کہا کہ تمہاری حالت ہی یکسر بدل گئی؟'' کسی نازک معاملے کو چھیڑنے سے گریز کرتے ہوئے وہ دوبارہ اس سوال پر آ گیا جس کے جواب کے حصول کے لیے سونیا کو سب سے الگ تھلگ لیے یہاں بیٹھا تھا۔ سونیا نے زبان سے جواب دینے کے بجائے ہاتھ میں دبی مخملی ڈبیا کا ڈھکن کھول کر اس کے سامنے کر دیا۔ سلور ہالے میں چھ کونوں والا سنہری ستارہ نوکوں پر نصب ہیروں کے باعث بے طرح جگمگا رہا تھا۔

www.zemtime.com

''یہ کیا ہے؟'' معاذ بیک وقت حیران اور متاثر ہوا اور ڈبیا اس کے ہاتھ سے لے کر ستارے کو غور سے دیکھنے لگا۔

''یہ گولڈن اسٹار ہے جو تنظیم کے اعلیٰ عہدیداران کو دیا جاتا ہے۔ میری ماں، مطلب میڈم ایکس کے پاس بھی یہ گولڈن اسٹار موجود ہے۔''

''لیکن یہ تمہیں کہاں سے ملا؟'' سوال کرتے ہوئے بھی معاذ کی نظروں میں ڈبیا میں رکھے اس ستارے کے لیے ستائش تھی۔

''برابر والے بنگلے سے۔'' سونیا نے بم پھوڑا۔

''کیا مطلب؟ کیا تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ برابر والے بنگلے میں تنظیم کا کوئی اعلیٰ عہدیدار رہتا ہے؟'' معاذ چونکا۔

''ہاں، میں یہی کہہ رہی ہوں اور کچھ دیر قبل میرے لیے جو فون کال آئی تھی، وہ اسی ستارے کے مالک مسٹر ڈیوڈ کی تھی۔'' سونیا نے تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور انکشاف کیا۔

''اسے کیسے معلوم ہوا کہ تم یہاں ہو؟''

''بچوں جیسے سوال مت کرو معاذ! ہم جن لوگوں کی رہائش گاہوں میں گھسے ہوئے ہیں، وہ یہاں ہلنے والے پتے کی کھڑکھڑاہٹ بھی سن سکتے ہیں۔''

''مطلب، دونوں بنگلوں کی.....؟''

''ہاں، دونوں بنگلوں کی۔ تم اور میں جو اتنی آسانی سے ان بنگلوں میں گھس بیٹھے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہاں سیکیورٹی کا نظام کمزور ہے۔ وجہ صرف اتنی ہے کہ ہمیں چھوٹ دی گئی ہے اور اس وقت ہم ایک ایسے چوہے دان میں ہیں جہاں ہماری ہر حرکت دیکھنے کے ساتھ ساتھ ایک ایک لفظ سنا جا رہا ہے۔'' اس کی دی ہوئی ہر اطلاع پریشان کن تھی۔

''اگر ایسا ہے تو ہم اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ ہمیں تو فوراً سے بیشتر یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔'' وہ اضطراری طور پر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

''میں نے بتایا تھا نا کہ یہ اختیار اب ہمارے پاس سے ختم ہو چکا ہے۔'' سونیا یونہی اپنی جگہ پر ڈھیلے ڈھالے انداز میں بیٹھی رہی۔

''کھل کر بتاؤ۔'' معاذ دوبارہ اپنی جگہ واپس بیٹھ گیا۔

''ڈیوڈ نے مجھ سے کہا ہے کہ تم اور معاذ ہمارے ساتھ غداری کے مرتکب ہوئے ہو۔ اصولاً اس جرم کی سزا موت ہے لیکن تمہیں، تمہاری ماں کی وجہ سے خاص رعایت دی جا رہی ہے۔ اب یہ تمہاری چوائس ہے کہ تم اس بنگلے سے فرار کی کوشش کر کے اپنے ساتھیوں سمیت ماری جاؤ یا وہ زندگی قبول کر لو جس کا ہم تمہارے لیے انتخاب کریں۔''

''یہ تو کچھ عجیب سی شرط ہے۔ کیا ڈیوڈ نے کچھ بتایا ہے کہ وہ کس قسم کی زندگی قبول کرنے کی پیشکش کر رہا ہے؟''

''تفصیل تو نہیں بتائی لیکن یہ صاف طور پر کہا ہے کہ وہ زندگی اتنی بری ہو سکتی ہے کہ تم اپنے لیے خود موت کی خواہش کرو۔'' وہ مایوس سی تھی۔

''ایسے میں تو ہمیں پھر فرار والے آپشن پر ہی غور کرنا چاہیے۔''

''یہ بھی تقریباً ناممکن ہے۔ دونوں بنگلوں میں اندر باہر ایسا نظام موجود ہے کہ وہ دور بیٹھے صرف ایک انگلی کے اشارے سے ہماری موت کا انتظام کر دیں گے۔ بالفرض کوئی بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو بھی گیا تو باہر ان کی پوری فورس اس کو بھوننے کے لیے تیار بیٹھی ہو گی۔'' سونیا نے اسے تفصیل بتائی۔

''تو پھر یوں کہو نا کہ آپشن ہے ہی نہیں۔ سو فیصد موت کے مقابلے میں تو آدمی بُری ہی سہی، زندگی کا ہی انتخاب کرے گا۔''

''دیکھا جائے تو یہی آپشن ہے۔ بُری ہی سہی، زندگی ملے گی تو یہ امید تو رکھی جا سکے گی کہ ہم کسی نہ کسی طور کوشش کر کے خود کو اس زندگی سے نکال لیں گے۔'' سونیا اب بھی تھوڑی سی پُرامید تھی۔

''کیا یہ پیشکش ہم اور ہمارے تمام ساتھیوں کے لیے ہے؟'' معاذ نے ایک اہم سوال کیا۔

''اس نے اس بات کی وضاحت نہیں کی۔ دوبارہ فون کرے گا تو میں پوچھ لوں گی۔''

''اس بار مجھے بھی گفتگو میں شامل کر لینا۔'' معاذ نے اسے ہدایت دی اور خود کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆☆

''سونیا.....!'' اس نے گن بردار عورت کو چھلاوے کی طرح دیوار پھاند کر ایک بنگلے سے دوسرے بنگلے میں کودتے دیکھا تو حیرت سے بے ساختہ اس کی زبان سے عورت کا نام پھسلا۔

''کدھر، کدھر اے؟'' اس کے ساتھ موجود گل خان نے اس کی آواز سن لی اور اِدھر اُدھر سر گھماتے ہوئے بے قراری سے پوچھا۔

''وہ کالے گیٹ والا بنگلا دیکھ رہے ہو نا؟ ابھی ابھی اس کی دیوار پھاند کر برابر والے بنگلے میں کودی ہے۔''

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2010

''اس سفید گیٹ والے بنگلے میں؟'' گل خان نے آنکھیں چُندی کر کے اس جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''ہاں، اسی میں۔ وہ اپنے اصل حلیے میں تھی اس لیے میں نے ایک نظر میں ہی اسے پہچان لیا۔'' وہ خاصا پُرجوش تھا۔

''تم کو پکا یقین ہے یارا.....؟'' گل خان اب بھی مشکوک تھا۔

''بالکل، میں اسے قریب سے دیکھ چکا ہوں اس لیے مجھے یقین ہے کہ میں نے اسے پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔''

''پھر اب کیا ارادہ ہے؟'' گل خان نے پوچھا۔

''سوچتے ہیں کچھ۔'' وہ غور سے دونوں بنگلوں کا جائزہ لینے لگا۔ ان دونوں نے یہاں تک پہنچنے میں لمبا سفر طے کیا تھا۔ پہلے وہ سونیا کے ان ساتھیوں سے ملے تھے جن کے پاس سونیا نے گل خان اور دیگر ساتھیوں کو پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ وہاں سے انہیں جیکی کا کلیو ملا تھا اور پھر جیکی کی مدد سے انہوں نے یہ جانا تھا کہ سونیا کھلونے بیچنے والی بن کر کس طرف گئی تھی۔ اس بستی سے سونیا کا سراغ لگانے کے لیے اس نے ایک چھوٹی سی ترکیب لڑائی تھی۔ بستی کے بچوں کو اکٹھا کر کے اس نے ٹوپی سے کبوتر اور رومال سے خرگوش نکالنے جیسے شعبدے دکھانا شروع کر دیے تھے۔ ان شعبدوں کو دکھاتے ہوئے ہی اس نے اعلان کیا تھا کہ جس بچے کے پاس سب سے اچھا کھلونا ہوگا، اسے ٹوپی سے نکلنے والا کبوتر تحفے میں دیا جائے گا۔ اس غربت زدہ بستی میں بچوں کے پاس مشکل ہی سے کوئی کھلونا موجود تھا چنانچہ جیکی نے ایک سانولے سے بچے کے ہاتھ میں موجود اس کھلونے کو فوراً شناخت کر لیا جو وہ خود ہی سونیا کے بہروپ میں رنگ بھرنے کے لیے دیگر کھلونوں کے ساتھ خرید کر لایا تھا۔

تماشا نمٹانے کے بعد انہوں نے شامو نامی اس بچے کو گھیر کر اس سے بہت سی باتیں اگلوالی تھیں۔ شامو نے انہیں بتایا تھا کہ سونیا نے اس کے گھر میں اچھا خاصا وقت گزارا تھا اور اس کی ماں سرسوتی کے ساتھ کھلونے بیچنے بنگلوں کی طرف گئی تھی۔ شامو سے حاصل شدہ معلومات میں اضافے کے لیے وہ سرسوتی سے ملے تھے اور لالچ و دھمکی، دونوں سے کام لے کر اس سے باقی کی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ سرسوتی کے مطابق سونیا کو اس کے پیچھے کچھ دیر میں اس بنگلے پر کھلونے بیچنے آنا تھا جہاں وہ کام کرنے گئی تھی لیکن اس کی وہاں سے واپسی تک وہ وہاں نہیں پہنچی تھی اور اس نے گمان کیا تھا کہ وہ مایوس ہو کر کہیں اور چلی گئی تھی کیونکہ اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ امراء میں سے کوئی

انمول ہیرے

☆ دنیا کی ساری چیزیں ٹھوکر لگنے سے ٹوٹ جاتی ہیں مگر صرف انسان وہ چیز ہے جو ٹھوکر لگنے کے بعد بنتا ہے۔

☆ انسانی معاشرہ کسی بُرائی کو کبھی آسانی سے قبول نہیں کرتا اسی لیے بُرائی کو قبول و مقبول بنانے کے لیے فکری طور پر راہ ہموار کی جاتی ہے۔

☆ بہترین دنوں کے لیے بُرے دنوں سے لڑنا پڑتا ہے۔

☆ لوگ بدلتے نہیں، بس بے نقاب ہو جاتے ہیں۔

☆ باطل کا انحصار ہمیشہ اسباب پر ہوتا ہے جبکہ حق کا انحصار ہمیشہ مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔

☆ یاد رکھیں، اگر آپ کبھی ناکام نہیں ہوئے تو اس کا مطلب ہے آپ نے کبھی کوشش ہی نہیں کی۔

☆ ساری عمر رشتے نبھاتے رہو، بس ایک بار چُوک جاؤ تو سارے رشتے روٹھ جائیں گے..... سارے تعلق حساب مانگیں گے، ساری محبتیں امتحان لینے لگیں گی۔

رشتے نبھانا

رشتے نبھانا کوئی آسان کام نہیں۔ کئی بار اپنا دل دکھانا پڑتا ہے۔ دوسروں کی خوشی کے لیے اپنے ظرف کا پیمانہ بلند کرنا پڑتا ہے، خطائیں معاف کرنا پڑتی ہیں، دل صاف کرنے پڑتے ہیں۔ زندگی گزر جاتی ہے اعتماد بنانے میں۔ ذرا سا تکبر نہ صرف نظروں سے گرا دیتا ہے بلکہ اللہ کی نظر میں بھی ناپسندیدہ بنا دیتا ہے۔

لوگوں کی بے اعتباری، غلط رویّوں کا درد دل میں دفن کر کے ملنا پڑتا ہے تب کہیں جا کے رشتوں کی ڈوری مضبوط ہوتی ہے لیکن یہ بات صرف اور صرف اعلیٰ ظرف کے لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔

(مرسلہ: محمد انور ندیم، حویلی لکھا، اوکاڑہ)

www.zemtime.com

اپنے بچوں کے لیے اس کے معمولی کھلونے خریدنے کی زحمت کرتا۔

انہوں نے سرسوتی سے حاصل شدہ معلومات کا تجزیہ کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ سونیا کو کوئی سراغ مل گیا تھا اور وہ وہیں کسی بنگلے میں موجود تھی۔ وہ سونیا کے نقش پا پر چلتے اس علاقے میں پہنچ گئے تھے اور دو گروپس میں تقسیم ہو کر تلاش کا کام کر رہے تھے۔ ابتدا میں جیکی، سونیا کے غصے سے ڈر کر ان کا ساتھ دیتے ہوئے جھجک رہا تھا لیکن پھر اس نے جیکی کو اس بات پر قائل کر لیا تھا کہ سونیا مشکل میں ہے اور انہیں ہر حال میں اسے تلاش کرنا چاہیے۔ ان کی تلاش کا سلسلہ اس اتفاق کی صورت کامیاب ہوا تھا کہ اس نے سونیا کو بنگلے کی دیوار پھاندتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

''میری مانو تو جیکی کو بلا کر اس سے بھی مشورہ لے لو۔'' خان نے اسے سوچ میں پڑے دیکھ کر تجویز پیش کی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ فوراً ہی اس سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں وہ تینوں ایک مقام پر کھڑے ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے۔

''میڈم کے اس طرح دیوار جمپ کر کے جانے کا مطلب ہے کہ وہ اس بنگلے میں چوری چھپے داخل ہوئی ہیں۔'' جیکی نے ساری تفصیل سن کر رائے دی۔

''شاید ایسا ہی ہو لیکن اس کے انداز میں، میں نے عجیب سی عجلت محسوس کی تھی۔ یوں جیسے دیکھ لیے جانے سے زیادہ، وہاں پہنچنے کی فکر ہو۔'' اس نے جواباً اپنے اندازے کا اظہار کیا۔

''اگر میڈم عجلت کا شکار ہوتیں تو اب تک کوئی ہلچل دکھائی دے جاتی۔'' سونیا کی فطرت سے واقف جیکی نے رائے دی۔

''ہو سکتا ہے معاملہ کچھ اور ہو۔''

''کچھ اور کیا؟''

''یہ تو معلوم کرنا پڑے گا۔'' اس نے دور سے ہی متعلقہ بنگلے پر نظریں دوڑائیں۔

''کیا تم وہاں داخل ہونے کا سوچ رہے ہو؟'' جیکی نے اندازہ لگایا۔

''یقیناً۔''

''کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ اگر ہماری وجہ سے میڈم کا کوئی کام بگڑا تو وہ سخت خفا ہوں گی۔'' جیکی اس کی تجویز سے متفق نہیں تھا۔

''ٹھیک ہے، تھوڑی دیر دور دور سے جائزہ لیتے رہتے ہیں پھر کوئی ایکشن لیں گے۔'' اس نے بھی عجلت دکھانا مناسب نہیں سمجھا۔ طے پایا کہ وہ مختلف سمتوں سے سفید اور کالے گیٹ والے دونوں بنگلوں کا جائزہ لیتے رہیں گے۔ اس نے خود اپنے لیے عقبی سمت منتخب کر لی۔ بذریعہ موبائل فون تینوں بہ وقت ضرورت ایک دوسرے سے رابطہ کر سکتے تھے۔

''ہوشیار رہنا خان اور خیال رکھنا کہ خود کو غیر ضروری طور پر مشکل میں نہ ڈالو۔'' اپنی پوزیشن پر جاتے جاتے اس نے گل خان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے نصیحت کی۔ وہ خان کو اپنے ساتھ یہاں تک لے تو آیا تھا لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ ایک گھر بار والا بندہ ہے جس کے بیوی بچے اپنی ضروریات کے لیے اس پر انحصار کرتے ہیں۔ ٹانگ کا ہلکا سا لنگ بھی اس کا ایک کمزور پہلو تھا اور اپنی اس کمزوری کے باعث وہ کسی نازک موقع پر پھنس بھی سکتا تھا۔

''بے فکر رہو یار! ام کوئی پاگل خانہ تھوڑی اے کہ خود کو خاہ مخاہ مشکل میں ڈالے گا، پر یاد رکھنا کہ ام مشکل وقت پڑنے پر پیچھے ہٹنے والوں میں سے بھی نئی اے۔'' جواباً گل خان کی طرف سے جذباتی پن کا اظہار ہوا۔ اس بار اس نے کچھ کہنا غیر ضروری سمجھا اور اس کا شانہ تھپک کر خود ٹہلتا ہوا عقبی سمت میں بڑھ گیا۔ یہ عقبی حصہ دراصل بنگلوں کی دو طرفہ قطار کی وہ عقبی گلی تھی جہاں سیوریج کی لائنیں اور سیفٹی ٹینک وغیرہ موجود تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے مطلوبہ بنگلے کے عقب میں پہنچا اور کان کھڑے کرتے ہوئے کوئی سن گن لینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

''اے، کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟'' ابھی وہ اس بنگلے میں داخل ہونے کے امکانات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ بالکل پیچھے والے بنگلے کا عقبی دروازہ کھلا اور کچرے سے بھری بالٹی لیے باہر نکلنے والے ایک شخص نے اسے ڈپٹا۔ شکل اور حلیے سے وہ شخص ملازم ہی دکھائی دیتا تھا جو یقیناً کچرا باہر رکھنے کے چکر میں وہاں آ ٹپکا تھا۔

''پلمبر ہوں یار! ادھر کسی نے سیوریج لائن لیک ہونے کی کمپلین کی تھی، وہی دیکھنے آیا ہوں۔'' اس نے بروقت بہانہ بنایا۔

''لیکن تمہارے پاس سامان تو دکھائی نہیں دے رہا؟'' اس کی نظروں سے چھلکتا شک دور نہیں ہوا۔

''اپنا چھوٹا لے کر پہنچتا ہوگا۔ اپن ایک دعوت میں تھا، ادھر ہی سیٹھ صاحب کا فون آ گیا تو اپن سیدھا یہاں پہنچ گیا اور چھوٹے کو سامان لے کر پہنچنے کو بول دیا۔ سالا ابھی تک آیا نہیں۔ اپن اس کا ہی ویٹ کرتا ہے۔'' اس نے اپنی

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2012

حد تک معقول بہانہ بنایا۔

''کون سے سیٹھ نے بلایا ہے تمہیں؟'' وہ شخص بھی مکمل معلومات حاصل کرنے پر تلا ہوا تھا۔

''وہ ہے نا گپتا سیٹھ!'' اس نے تکا لگایا۔

''ادھر کوئی گپتا سیٹھ نہیں رہتا۔'' ملازم نے اسے گھورا۔

''تم کاہے کو اتنی جھک جھک کرتا ہے یار! سیٹھ اپنے کو بلایا ہے تو ہی اپن آیا ہے نا ورنہ کس کو فرصت ہے ایسے اچ خوانخواہ ادھر آنے کی۔'' وہ اس شخص سے زچ آچکا تھا لیکن مجبوری تھی کہ اسے مطمئن بھی کرنا تھا۔

''چل دکھا مجھے، کون سا پائپ لیک کر رہا ہے؟'' اس شخص کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اس لیے اکڑ کر چلتا ہوا اس کی طرف آیا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ گردن اور کنپٹی پر کیے جانے والے صرف دو واروں نے اسے کسی مردہ چھپکلی کی طرح پٹ سے گرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ اس بے ہوش شخص کو کھینچتا ہوا اس کھلے ہوئے دروازے تک لایا جہاں سے وہ برآمد ہوا تھا۔ ارادہ یہی تھا کہ اسے دروازے سے اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دے گا لیکن اسے اندر منتقل کرتے ہوئے اندر کی بے تحاشا خاموشی نے اسے ایک اور راہ دکھا دی۔ عقبی جانب موجود ایک چھوٹے سے کمرے میں جو شاید اس ملازم کے استعمال میں ہی رہتا تھا، اسے منتقل کر کے دروازہ بند کیا اور بنگلے کے نچلے حصے کا ایک چکر لگایا۔

کچن کے چولہے پر دیگچی رکھی تھی جس میں ہلکی آنچ پر کچھ پک رہا تھا۔ سجے سجائے بنگلے کے صرف ایک کمرے میں اسے ایک بوڑھی خاتون سوتی ہوئی دکھائی دی۔ اوپری منزل پر بھی کوئی موجود نہیں تھا لیکن گھر کی ترتیب اور آرائش سے ظاہر تھا کہ وہاں کچھ اور لوگ بھی مقیم ہیں۔ یقیناً وہ جوان اور متحرک لوگ ہوں گے جو زندگی سے اپنا اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے گھر سے نکلے ہوئے تھے اور پیچھے زندگی کی دوڑ سے نکل جانے والی محض سانس کی ڈوری سے بندھی بڑھیا ایک ملازم کے رحم و کرم پر اپنے بستر پر پڑی رہ گئی تھی۔

وہ مکینوں کی طرف سے کسی مداخلت سے بے فکر سیدھا چھت تک پہنچا اور اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے مطلوبہ بنگلے میں بظاہر خاموشی تھی لیکن اندرونی حصے میں جلتی مدھم روشنیوں سے ظاہر تھا کہ اندر کچھ لوگ موجود ہیں۔ اس بنگلے تک رسائی کی تدابیر پر غور کرتا وہ اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ ذرا سی دیر کے جائزے نے ہی اسے چونکا دیا۔ پہلے شمالی حصے میں کھڑی ایک پولیس وین اس کی نظروں میں آئی اور پھر معمولی وقفے سے اس نے دو مختلف سمتوں میں یکے بعد دیگرے مزید گاڑیاں رکتے اور ان میں سے پولیس والوں کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ ان کی حرکات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس علاقے کا گھیراؤ کر رہے ہیں۔ اس نے جلدی سے اپنے دونوں ساتھیوں کو کانفرنس کال ملائی اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

''پھر اب کیا کرنا ہے؟'' جیکی نے پریشانی سے پوچھا۔

''ہمیں فوری طور پر اس علاقے سے نکلنا ہوگا۔ پولیس جس بھی چکر میں علاقے کو گھیر رہی ہے، ہم مشکوک افراد کی حیثیت سے ان کے ہتھے چڑھ کر مصیبت میں پڑ سکتے ہیں۔''

''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔'' جیکی نے اس کی تائید کی۔

''بس تو پھر تم لوگ نکلو۔ جنوب کا رخ کرنا۔ ابھی تک اس سمت کوئی پولیس وین نہیں ہے۔''

''اور تم.....؟'' اب تک خاموش گل خان نے اس سے استفسار کیا تو اس کے لہجے میں فکرمندی تھی۔

''میں محفوظ جگہ پر ہوں۔ موقع دیکھ کر نکل جاؤں گا۔ تم لوگ چل پڑو۔ میں تمہیں گائڈ کرتا رہوں گا۔ اپنے ہتھیار کہیں چھپا دو تاکہ اگر اتفاقاً پولیس سے سامنا ہو بھی جائے تو بہانہ بنا کر نکلنے میں آسانی رہے۔'' اپنی طرف سے اطمینان دلا کر اس نے انہیں ہدایات دیں۔

''یہ سب میں دیکھ لوں گا۔ تم بس اپنا خیال کرو۔'' جیکی نے اسے جواب دیا۔ وہ تجربہ کار بندہ تھا اور اسے اس قسم کے حالات سے نمٹنے کا تجربہ تھا۔ اصل فکر اسے گل خان کی طرف سے تھی۔

''خان کا خیال رکھنا یار!'' وہ فون بند کرتے کرتے جیکی سے کہے بغیر نہ رہ سکا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ان دونوں کو جنوب کی سمت جاتے ہوئے دیکھ بھی لیا۔ وہ سمت ہنوز صاف تھی اور ابھی تک وہاں کوئی پولیس کی گاڑی نہیں پہنچی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے اور بے پروا انداز میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ بالکل اچانک ہی پولیس کی ایک گاڑی منظر میں داخل ہوئی۔ اس نے چونک کر انہیں کال کرنے کے لیے موبائل پر انگلیوں کو حرکت دی لیکن پھر رک گیا۔ فون کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ پولیس والے بالکل ان کے سروں پر پہنچ چکے تھے۔ وہ اپنی جگہ ساکت فکرمندی سے اس طرف دیکھتا رہا۔ پولیس والے گاڑی سے نکل کر ان دونوں سے سوال جواب کر رہے تھے۔ اتنی دور سے وہ کچھ سن تو نہیں سکتا تھا لیکن یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ زیادہ تر سوالات کے جواب جیکی ہی دے رہا

www.zemtime.com

تھا۔ کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد ایک پولیس والے نے اپنی ڈائری میں کچھ نوٹ کیا اور ان دونوں کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں بہ خیریت پولیس سے بچ کر نکل گئے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ جبکی نے پتا نہیں کیا کہانی سنا کر پولیس کو مطمئن کیا تھا۔ اس کے لیے بس یہ اطمینان کافی تھا کہ وہ دونوں خیریت سے نکل گئے ہیں۔

ان دونوں کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد اس نے توجہ ایک بار پھر اس بنگلے کی طرف مبذول کی جہاں سونیا کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہاں اب بھی اسے کوئی دکھائی نہیں دیا لیکن وہ احساس بہر حال ابھر رہا تھا جو کسی جگہ انسانوں کی موجودگی کی نشاندہی کرتا ہے۔

''اس بنگلے کے اندر جائے بغیر بات بنے گی نہیں۔''

وہ زیر لب بڑبڑایا اور سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچا۔ نچلی منزل پر صورتِ حال ہنوز ویسی ہی تھی جیسی وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ کوئی بھی چھیڑ چھاڑ کیے بغیر وہ چپکے سے باہر نکل گیا۔ عقبی گلی حسبِ سابق سنسان تھی۔ وہ اپنے مطلوبہ بنگلے کی پشت پر پہنچا اور دیوار کا جائزہ لیا۔ دیوار خاصی بلند اور سپاٹ تھی لیکن بغور جائزہ لینے پر چند چھوٹے چھوٹے رخنے دکھائی دے گئے۔ اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ دونوں جوتے اتار کر جیبوں میں ٹھونسے اور ہاتھ پیروں کی انگلیاں ان رخنوں میں پھنسا کر پھرتی سے اوپر چڑھنے لگا۔ اوپر سے جھانک کر وہ اس چیز کا پہلے ہی جائزہ لے چکا تھا کہ دیوار پر کانچ کے ٹکڑے یا بجلی کے تار وغیرہ موجود نہیں ہیں چنانچہ ذرا سا اوپر پہنچ کر کسی بندر کی طرح اچھلا اور دیوار کی منڈیر تھام لی۔ اگلے لمحے وہ دیوار کے اوپر موجود تھا۔ یہی لمحہ قیامت ڈھا دینے والا تھا۔ طاقتور کرنٹ نے اسے زور کا جھٹکا دیا تھا اور وہ کسی فٹ بال کی طرح اچھل کر دھم کی آواز کے ساتھ بنگلے کے پچھلے حصے میں جا گرا تھا۔

☆☆☆

''تم جانتے ہو کہ یہودی تعداد میں دیگر بڑے مذاہب کے پیروکاروں کے مقابلے میں بہت کم ہیں لیکن انہیں اپنی ذہانت اور چالاکی کے استعمال سے خود کو منوانا آتا ہے۔ وہ دنیا کے ہر میدان میں اپنے پنجے گاڑ رہے ہیں اور جہاں ضرورت ہو، اپنی عددی کمی کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کو استعمال میں لے آتے ہیں۔'' جب تک ڈیوڈ کی دوسری کال نہ آجاتی، ان کے پاس باتوں کے سوا کرنے کے لیے کوئی کام نہیں تھا چنانچہ خاموشی کے ایک چھوٹے سے وقفے کے بعد ایک بار پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ گفتگو زیادہ تر سونیا ہی کر رہی تھی کہ اس کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا۔ وہ باتیں جو شاید آج تک اس نے کسی سے نہیں کی تھیں، اب معاذ کے گوش گزار کر رہی تھی اور معاذ ایک اچھے سامع کا کردار ادا کرتا، توجہ سے سب سن رہا تھا۔ ان کے الگ کمرے میں آکر بیٹھنے کا لحاظ کرتے ہوئے ساتھیوں میں سے کسی نے اخلاقاً وہاں آنا مناسب نہیں سمجھا تھا البتہ وہ ان کی دھیمی دھیمی آوازیں اور اعظم کی قلقاریاں وہاں بیٹھے سن سکتے تھے۔

''میں اپنے تئیں انڈیا کے ایک امیر لیکن عام شہری کی رہائش گاہ میں داخل ہوئی تھی اور ظاہراً سیکیورٹی کا جو جدید نظام نصب تھا، اسے بھی دولت مندی کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔ اگر میں تمہارے ساتھ بچے کے لیے سیٹ کیے گئے کمرے میں نہ جاتی اور وہاں ہر طرف مقدس ستارے کا عکس نہ دیکھتی تو مجھے احساس ہی نہیں ہوتا کہ میں انجانے میں کس شخص کے گھر میں آگئی ہوں۔ تم نے ڈیوڈ اور اس کی بیوی کی تصویریں دیکھی ہوں گی نا؟ سچ بتاؤ، کیا تمہیں یہ جان کر حیرت نہیں ہوئی تھی کہ اتنے عمر رسیدہ جوڑے کا ایک شیر خوار بے بی بھی ہے؟''

''ہاں، ہوئی تھی حیرت اور میں نے سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے بے اولادی سے گھبرا کر انہوں نے کوئی بچہ ایڈاپٹ کر لیا ہو۔'' معاذ نے اس کی تائید کی۔

''مجھے یقین ہے کہ ڈیوڈ اور اس کی بیوی بے اولاد نہیں ہوں گے۔ ان کے اپنے بچے کسی ترقی یافتہ ملک میں پُرآسائش زندگی گزار رہے ہوں گے اور وہ یہاں ہندوستانی لاوارث بچوں کو ایڈاپٹ کر کے اپنے ڈھنگ سے ان کی تربیت کر رہے ہوں گے۔ ایسے بچے شروع ہی سے مذہبی جنون میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس جنون کا فائدہ اٹھا کر انہیں کسی بھی مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس ترکیب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا بچہ مر بھی جائے تو خود اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ جسے یہودی بناتے ہیں، اسے کاغذات میں اپنا نام تو دے دیتے ہیں لیکن کبھی یہودی تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا نسلی برتری کا غرور اس بچے کے سوا جس نے یہودی ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے، کسی کو یہودی تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔'' اس نے خود یہودی ماں کی کوکھ سے جنم لیا تھا اور یہودیوں کے درمیان ہی پلی بڑھی تھی اس لیے ان کی رگ رگ سے واقف تھی۔

''تمہاری پرورش بھی یقیناً انہی خطوط پر ہوئی ہوگی؟'' معاذ نے دریافت کیا۔

www.zemtime.com

''بالکل۔''

''پھر تم میں وہ مذہبی جنونیت کیوں نہیں ہے بلکہ اب تو تم بغاوت کی راہ پر چل نکلی ہو؟''

''میرا معاملہ باقی بچوں سے تھوڑا مختلف اس لیے ہے کہ مجھے ان کی طرح لنگڑی ماحول میں نہیں پالا گیا۔ میں ان مظلوم فلسطینی بچوں کے ساتھ پلی بڑھی جن کو یتیم کرنے کے بعد اپنی جنگ کا ایندھن بنانے کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ مجھے ان میں سے ایک بچہ آج بھی یاد ہے۔ اسے چھوٹی سی عمر میں قرآن کا کافی حصہ یاد تھا اور وہ مجھے بتاتا رہتا تھا کہ جو کچھ ہمیں مسلمانوں کے خلاف پڑھایا اور بتایا جا رہا ہے، وہ سچ نہیں ہے۔ وہ مجھے محمد ﷺ کی سیرت کے متعلق بہت سے متاثر کن قصے سناتا تھا لیکن پھر ایک دن ہمارے اتالیق نے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی اور اس جرم میں اسے اتنی کڑی سزا دی گئی کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر چند دن میں مر گیا۔ میں نے دفنائے جانے سے پہلے اس کی لاش دیکھی تھی اور میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے پوری زندگی میں کسی مرنے والے کے چہرے پر ایسی رونق اور روشنی نہیں دیکھی۔'' اس کی آنکھیں نم تھیں اور وہ دور کہیں کسی اور منظر میں پہنچی ہوئی تھی۔

''اس کی موت نے مجھے ڈرا دیا تھا اس لیے میں نے کبھی قاعدے قوانین سے ہٹ کر چلنے کی ہمت نہیں کی اور وہ سب کچھ سیکھتی رہی جو مجھے سکھایا جاتا رہا لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اپنے بچپن کے دوست کی وہ باتیں ہمیشہ میرے ذہن کے کسی گوشے میں موجود رہیں۔ پھر جب میری داراب سے شادی ہوئی تو اس کی ماں کی وجہ سے بچپن کی وہ باتیں ایک بار پھر تازہ ہو گئیں۔ داراب جتنا بڑا بدمعاش تھا، اس کی ماں اتنی ہی نیک اور عبادت گزار عورت تھی۔ وہ روز بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتی تھی اور انجانے میں ان سارے نظریات پر ضرب لگاتی رہتی تھی جو مجھے ازبر کروائے گئے تھے۔ داراب کی ماں مری تو مجھے خود سے لڑنے کی اذیت سے نجات ملی اور میں اس راہ پر آسانی سے چلنے لگی جس پر چلنے کی مجھے تربیت دی گئی تھی لیکن اندر جو تقسیم تھی، وہ تو قائم ہی رہی اور جب ایسا ہو تو بندہ کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی بہانے انقلاب سے گزرتا ہی ہے۔ میں بھی گزر گئی۔'' اس نے گویا اپنی داستان ختم کر کے چپ سادھ لی۔

''اس سب میں تم ماں بیٹی کے تعلق کا کیا ہوا؟ کچھ بھی سہی، وہ تمہاری ماں تھی اور ماں اپنی اولاد سے محبت کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔'' سونیا سے یہ سب کہتے ہوئے اس کے تصور میں اپنی ماں کی تصویر لہرا گئی۔ اس کی خوش ادا اور سلیقہ مند ماں اولاد کے آرام پر اپنا سکون وار دیتی تھی۔ اس کی زندگی کا محور و مرکز اپنی اولاد تھی اور جب اسے اس اولاد کی دوری کی اذیت سہنی پڑی تو پھر وہ زیادہ دن جی نہیں سکی۔ اپنی ماں کی موت اور کنبے کی جدائی کا داغ سینے میں لیے وہ ان ظالموں کے خلاف بہت کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن ہر بار حالات ہاتھ پیر باندھ کر اسے بے بس کر ڈالتے تھے۔

''میری ماں بھی ایک تقسیم شدہ عورت ہے۔ فطرت اسے مجھ سے محبت کرنے پر مجبور تو کرتی ہے لیکن زخمی انا ایسا کرنے نہیں دیتی۔ اسے ہر بار یاد آ جاتا ہے کہ میں اس شخص کی نشانی ہوں جو دھوکے سے اس کی زندگی میں شامل ہوا تھا۔ یوں بھی اس کے نزدیک اولاد کا نمبر ملک اور قوم کے بعد آتا ہے اور وہ اس جنون میں مبتلا ہے کہ اپنی قوم کی حکمرانی پوری دنیا پر قائم کر کے دم لے گی۔'' غداری کا الزام لگ چکا تھا اور سزا کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا اس لیے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ جو بھی گفتگو کر رہی ہے، اسے کہیں اور سنا جا رہا ہوگا۔

''مذہبی جنون جہاں بھی ہو، وہ انسان کو نارمل نہیں رہنے دیتا۔ ایسا جنونی انسان بھول جاتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مذہب نہ تو انسانوں سے نفرت کرنا سکھاتا ہے اور نہ ہی انسانیت کی تذلیل کی اجازت دیتا ہے۔ یہ بس کچھ مخصوص لوگ ہوتے ہیں جو معصوم لوگوں کو اپنے پیچھے لگا کر ایسی انتہا پسندی پر لے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ظلم انسانیت کو شرمانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ہمارے درمیان بھی ایسے جنونیوں کا ایک طبقہ موجود ہے۔ بس اللہ سے یہی دعا ہے کہ ایسے جنونیوں کو ہدایت دے اور اس دنیا میں امن قائم کرے۔'' معاذ کے الفاظ میں دکھ بھی تھا اور اس بدصورتی کا اعتراف بھی جو وطنِ عزیز کے لیے ایک ایسا داغ بن گئی تھی جو آہستہ آہستہ دنیا بھر میں پاکستانیوں کے لیے ناپسندیدگی اور نفرت کا باعث بن رہی تھی۔

''تمہارے ہاں اس جنونیت کو باقاعدہ پلانٹ کیا گیا ہے۔ تمہاری مخالف قوتوں نے سمجھ لیا تھا کہ مذہب تمہاری سب سے بڑی قوت ہے اس لیے انہوں نے اس شعبے پر کام کیا اور چالاکی سے ایسے لوگوں کو اس شعبے میں داخل کیا جنہوں نے سب کچھ الٹ کر رکھ دیا۔ اس عدم توازن نے تمہارے لوگوں کو ذہنی طور پر متوازن نہیں رہنے دیا ہے۔'' سونیا کا تبصرہ سچ پر مبنی تھا لیکن اسے اس پر رائے دینے کا موقع نہیں ملا کہ باہر سے سنائی دینے والی ایک زوردار آواز

www.zemtime.com

نے توجہ کھینچ لی تھی۔

''یہ کیا ہوا؟'' سونیا پریشانی سے بولتی ہوئی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

''ایسا لگتا ہے، باہر کوئی شے آ کر گری ہے۔'' معاذ نے تبصرہ کیا اور وہ دونوں تیزی سے کمرے سے باہر نکلے۔ لاؤنج میں موجود ان کے ساتھیوں نے بھی وہ آواز سن لی تھی اور پریشان کھڑے تھے۔

''آواز عقبی حصے سے آئی ہے۔ ہم چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوا ہے۔'' جارو، معاذ کی صورت دیکھتے ہی بولا تو معاذ اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑا۔ براہِ راست باہر نکلنے کے بجائے انہوں نے پہلے عقبی کمروں کی اس طرف کھلنے والی ایک کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ باہر ایک جوان العمر آدمی زمین پر آڑھا ٹیڑھا پڑا ہوا تھا اور اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ وہ بے ہوش ہے۔

''یہ کون ہے اور کہاں سے آیا؟'' ان کے پیچھے چلی آنے والی سونیا نے بھی اس شخص کو دیکھا اور حیرت سے بولی۔

''باہر نکل کر دیکھنا پڑے گا۔''

''یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔'' معاذ کا ارادہ جان کر اس نے خدشے کا اظہار کیا۔

''ہم جس طرح پھنس چکے ہیں، اس کے بعد کسی چال کی گنجائش باقی تو نہیں رہتی۔'' معاذ کی بات میں وزن تھا۔

''پھنس چکے ہیں سے مطلب؟'' جارو نے تشویش سے پوچھا۔

''کیا تمہیں نہیں معلوم؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہارے لمبے کانوں نے سونیا اور میرے درمیان ہونے والی تمام گفتگو تم تک پہنچا دی ہوگی۔'' معاذ کو اس کے یوں سوال کرنے پر حیرت ہوئی۔

''میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا دوست کہ کسی دوسری جگہ ہونے والی گفتگو سننے کے لیے مجھے ارادتاً اپنی توجہ مرکوز کرنا پڑتی ہے اور میں اتنا بداخلاق انسان نہیں ہوں کہ دو دوستوں کی تنہائی میں جاری گفتگو پر کان لگا کر بیٹھ جاؤں۔''

''پھر تو تمہیں پوری تفصیل سنانا پڑے گی اور یہ کام میں باقی دوستوں کی موجودگی میں کروں گا۔ فی الحال جو مسئلہ درپیش ہے، اسے چل کر دیکھتے ہیں۔'' معاذ نے اس سے کہا اور لاؤنج میں واپس آیا جہاں باقی لوگ ان کے منتظر تھے۔

''پچھلی طرف ایک آدمی بے ہوش پڑا ہے۔ بظاہر کوئی زخم نظر نہیں آ رہا لیکن اس کی بے ہوشی جینوئن لگتی ہے۔''

''اسے کرنٹ لگا ہوگا۔'' اس نے منتظر لوگوں کا تجسس دور کرنے کے لیے جو اطلاع دی تھی، اس پر سب سے پہلے اور بے ساختہ ردعمل انوپ نے دیا۔

''کرنٹ؟ کیا یہاں دیواروں میں کرنٹ دوڑ رہا ہے؟ لیکن میں نے تو کوئی الیکٹرک وائر وغیرہ نہیں دیکھا۔ ہم خود بھی پڑوس سے دیوار پھلانگ کر اندر آئے تھے۔'' انوپ کی دی اطلاع اس کے لیے حیران کن تھی۔

''الیکٹرک وائر نہیں بچھائے گئے ہیں۔ لوہے کی پتلی سی پتریاں منڈیروں پر ایک پٹی کی صورت موجود ہیں اور ان پر دیواروں کے جیسا ہی کلر کیا گیا ہے اس لیے ایسے دیکھنے میں نظر نہیں آتیں۔'' انوپ نے بتایا۔

''میرے خیال میں پہلے اس بندے کو اٹھا کر اندر لے آتے ہیں پھر باقی کی تفصیل کرتے رہیں گے۔'' جارو نے گفتگو میں دخل دیا اور سرمد کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔ دونوں ذرا دیر میں اس شخص کو اٹھائے اندر لے آئے اور نیچے قالین پر لٹا دیا۔ فوراً ہی اسے ہوش میں لانے کی تدابیر کی جانے لگیں۔ جارو اور سونیا دونوں ہی ابتدائی طبی امداد کے اصولوں سے واقف تھے اس لیے ان کی تدابیر کامیاب ٹھہریں اور وہ شخص آنکھیں کھول کر پلکیں پٹپٹانے لگا۔ انداز سے صاف ظاہر تھا کہ ہوش آ جانے کے باوجود حواس پوری طرح بحال نہیں ہوئے ہیں اور وہ اردگرد کے ماحول کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

''بڑا ظالمانہ طریقہ ہے سیکیورٹی کا۔ اس طرح تو کسی کی جان بھی جا سکتی ہے۔'' اس شخص کی حالت دیکھتے ہوئے سرمد نے غصے سے تبصرہ کیا۔

''صرف پچھلی دیوار کا سسٹم آن کیا جاتا ہے اور وہ بھی فوری ایکٹیو نہیں ہوتا۔ پہلی بار پتری پر پریشر پڑنے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن دوبارہ بھی ایسا ہو تو کرنٹ آ جاتا ہے۔ مجھے تو حیرت ہے کہ یہ بندہ اتنی اونچی دیوار پر چڑھا کیسے؟ وہاں تو بلیاں وغیرہ بھی نہیں چڑھ سکتیں۔'' انوپ نے گویا وضاحت دی۔ اس کی ملازمت کے عرصے میں یہ پہلا واقعہ پیش آیا تھا کہ کسی نے عقبی دیوار پھاند کر اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی اور کرنٹ کا نشانہ بن گیا تھا۔

''یہ سب باتیں چھوڑو اور اس کے لیے ایک گلاس گرم دودھ لے کر آؤ۔'' معاذ نے ڈپٹ کر اس سے کہا تو وہ منہ بناتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے جارو اس کی نگرانی کے لیے موجود تھا۔ انوپ کے مزاج کی تیزی و طراری کی وجہ سے اس پر بالکل بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ اس کا ساتھی ہاشو اس کے مقابلے میں قدرے بزدل اور بے ضرر تھا

www.zemtime.com

بلکہ جب سے ان کی تعداد میں اضافہ ہوا تھا، وہ کچھ گھبرایا ہوا نظر آرہا تھا اور مسلسل ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔

''تم کون ہو مسٹر؟ کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ تم نے دیوار پھاند کر اندر داخل ہونے کی کوشش کیوں کی؟'' سونیا اب اس شخص سے مخاطب تھی اور اسے بات کرنے پر اکسا رہی تھی لیکن وہ جواب دینے کے بجائے خاموشی سے اس کے چہرے کو گھور رہا تھا۔

''اسے سہارا دے کر بٹھاؤ سرمد! دودھ وغیرہ پی کر شاید اس کے حواس پوری طرح بحال ہو سکیں۔'' معاذ کو پتا نہیں کیوں اس جوان پر رحم آگیا جو اسے سونیا کی فوری تفتیش سے بچانے کی کوشش کی۔ اس کی آواز سن کر جوان نے نظروں کا رخ پھیر کر اس کی طرف دیکھا اور معاذ نے ان آنکھوں کا تاثر بدلتا دیکھا۔ یوں لگا کہ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا ہو لیکن بس یہ پل بھر کی بات تھی۔ اس نے نظروں کا زاویہ بدلا اور سرمد کے سہارے اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ اسی اثنا میں انوپ، جارو کی نگرانی میں گرم دودھ کا گلاس لے کر آگیا۔ نوجوان اطمینان سے دودھ کا گلاس خالی کرنے لگا۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ شخص میک اپ میں ہے اور اس نے اپنے چہرے میں تبدیلیاں لانے کے لیے پلاسٹک اور کاسمیٹک سرجریز بھی کروا رکھی ہیں۔'' سونیا اس کے قریب سے اٹھ کر معاذ کے پاس آئی اور دھیمی آواز میں آگاہ کیا۔

''واقعی!'' معاذ چونکا اور غور سے نوجوان کے چہرے کو دیکھا۔ یقیناً جو بھی تبدیلیاں کی گئی تھیں، وہ بہت ماہر ہاتھوں نے کی تھیں اس لیے دور سے دیکھنے پر اسے کچھ محسوس نہیں ہو پا رہا تھا۔ سونیا البتہ اس کے بالکل قریب بیٹھی رہی تھی اس لیے اس کی تجربہ کار نظروں نے تبدیلیوں کو بھانپ لیا تھا۔

''پتا نہیں یہ کون مصیبت ہے۔ اب اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کا بھی انٹرویو کرنا پڑے گا۔'' وہ پہلے ہی تناؤ کا شکار تھا۔ ڈیوڈ کے اب تک دوبارہ کال نہ کرنے سے اس تناؤ میں اضافہ ہوا تھا اور اوپر سے ایک اور مسئلہ نازل ہو گیا تھا تو جھنجلاہٹ محسوس کرنا فطری سی بات تھی۔ اس جھنجلاہٹ نے خود بخود اس کی نظروں میں تندی پیدا کر دی۔ نوجوان نے دودھ کا گلاس ختم کر کے نیچے رکھا اور اطمینان سے معاذ کی طرف دیکھنے لگا۔ معاذ کی تندی کے مقابلے میں اس کی نظروں میں بڑی نرمی تھی۔

''مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا ہیں۔'' بالکل اچانک ہی یہ فرمائش کر کے اس نے معاذ کو حیران کر دیا۔

''وہ کیوں؟'' لہجے میں سختی سمو کر دریافت کیا۔

''کیوں کا جواب تو آپ کو مجھ سے تنہائی میں بات کر کے ہی مل سکے گا۔'' اس پر گویا معاذ کے لہجے کا اثر ہی نہیں ہوا۔

''یہ بولتے ہوئے آواز بھی بدلنے کی کوشش کر رہا ہے۔'' سونیا نے معاذ کے کان میں سرگوشی کی۔

''میں نوٹ کر چکا ہوں۔'' معاذ نے اسے آہستہ سے جواب دیا اور نوجوان کی طرف متوجہ ہوا۔

''اگر میں تمہارا مطالبہ ماننے سے انکار کر دوں تو؟''

''تو میں آپ سے معذرت کر لوں گا کیونکہ جو کچھ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، اس کے لیے تنہائی ہی مناسب ہوگی۔'' اس کے لہجے میں سنجیدگی اتر آئی۔ معاذ کچھ دیر اسے بغور دیکھتا رہا پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے، آؤ میرے ساتھ۔''

''بہت شکریہ۔'' وہ اس کا جواب سن کر خوش ہو گیا اور جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اس کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔

''کیا تم کوئی تکلیف محسوس کر رہے ہو؟'' معاذ نے فوراً محسوس کیا۔

''کرنٹ کھا کر جتنی بلندی سے میں گرا ہوں، اس کے بعد یہ سوال بنتا تو نہیں ہے۔'' اس نے سہمی سی صورت بنا کر جواب دیا۔

''مشورہ کس نے دیا تھا یوں دوسروں کے گھروں کی دیواریں پھاندنے کا؟'' سونیا کو اس کی اداکاری پر غصہ آیا۔

''میں تو صرف آپ کی نقل کر رہا تھا جی۔ بس غلطی یہ کی کہ بازو سے پھلانگ کر آنے کے بجائے پیچھے سے آگیا۔'' ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے اس کے انداز میں اس بلا کی معصومیت تھی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی معاذ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی البتہ سونیا کے ماتھے پر دو تین بل نمودار ہوئے۔

''خیال سے معاذ! مجھے یہ شخص خطرناک لگ رہا ہے۔'' اس نے معاذ کو نصیحت کرنا ضروری سمجھا۔ اگر وہ ذرا سا بھی اشارہ کر دیتا تو وہ اس کے ساتھ نگرانی کے لیے اندر چلی جاتی۔

''ڈونٹ وری۔ میں دیکھ لوں گا۔'' معاذ نے اسے تسلی دی اور نوجوان کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

''معاذ بھائی.....! آپ کو یوں زندہ سلامت اپنے سامنے دیکھ کر مجھے کتنی خوشی محسوس ہو رہی ہے، میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔'' دروازہ بند ہوتے ہی نوجوان لپک کر اس کے

www.zemtime.com

سینے سے لگا اور جذباتی انداز میں بولتا چلا گیا۔ اس کے انداز میں سچائی اور خلوص کی اتنی فراوانی تھی کہ معاذ کو خود اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی اس نے نوٹ کیا کہ نوجوان کا لب ولہجہ بدل چکا ہے۔ یہ لہجہ، یہ آواز اس کے لیے شناسا تھے۔

''وکی.....! تم وکی ہو نا؟'' شناخت کا مرحلہ طے کرنے میں اسے چند سیکنڈز سے زیادہ کا وقت نہیں لگا۔

''شکر ہے آپ نے مجھے پہچانا تو۔'' وہ اس کے پہچاننے پر خوش ہوگیا۔

''شکر تو میں تمہیں زندہ دیکھ کر ادا کررہا ہوں۔ میرے پاس تو تم لوگوں کے بارے میں بہت بُری اطلاعات پہنچی تھیں۔ اگر وہ اطلاعات جھوٹی تھیں تو میں امید رکھ سکتا ہوں کہ میرا خاندان سلامت ہے۔'' وہ وقاص عرف وکی کو اپنے سامنے پاکر بے حد جذباتی ہوگیا تھا۔

''الحمدللہ! سب سلامت ہیں اور آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔'' اس نے وہ خوشخبری سنائی جس کی اسے امید بھی نہیں تھی۔ جذبات کی شدت سے معاذ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے بے حد جذباتی انداز میں وکی کو اپنے ساتھ لپٹالیا۔

''تم نے مجھے پھر سے زندہ کردیا وکی! میرا بس نہیں چل رہا کہ اپنی اس خوشی کا اظہار کیسے کروں؟'' اس کی آواز بھی شدتِ جذبات سے بھرا گئی تھی۔ خوشی کی انتہا پر کھڑا وہ ان حالات کو بھی بھول گیا تھا جن میں ساتھیوں سمیت گھرا ہوا تھا۔

''خوش تو وہ پگلی بھی بہت ہوگی جب میں اسے آپ سے ملنے کی اطلاع دوں گا۔'' وکی، علینہ کا تصور کرکے مسکرایا۔

''علینہ کی بات کررہے ہو نا تم؟ کیسی ہے میری گڑیا اور کہاں ہے؟'' اتنا جذباتی وہ شاید زندگی میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔ سچ پوچھیں تو میں اسی کی خاطر آپ کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا یہاں پہنچا ہوں۔ آپ کو اپنے ساتھ لے کر اس سے ملوانے.....'' وکی پتا نہیں کیا کہنے جارہا تھا کہ اس کو یکدم ہوش آیا اور تیزی سے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''نہیں وکی..... پلیز نہیں۔ آگے ایک لفظ بھی نہ بتانا۔''

''کیا بات ہے معاذ بھائی؟ کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' وکی کو اس کے انداز نے تشویش میں مبتلا کیا۔

''اس سے بڑا مسئلہ اور کیا ہوگا کہ ہم اس وقت دشمنوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہمارا یہاں ادا کیا جانے والا ایک ایک لفظ سنا جارہا ہے۔'' معاذ دکھی اور شکستہ لہجے میں بولتا ہوا ایک طرف بیٹھ گیا۔ اسے اب افسوس ہورہا تھا کہ جذباتیت میں ایک ایسی اطلاع دشمنوں تک پہنچ گئی جسے ہرگز بھی نہیں پہنچنا چاہیے تھا۔

''کیا واقعی ہماری یہاں کی جانے والی گفتگو کہیں سنی جارہی ہے؟'' وکی کو بھی اس اطلاع نے صدمہ پہنچایا تھا۔

''ہاں۔'' معاذ نے مرے مرے لہجے میں تصدیق کی۔

''اوہ میرے خدا!'' وکی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ وہ جانتا تھا جو کچھ ہوا ہے، اس کے نتیجے میں لالہ عیسیٰ کا خطیر سرمایہ اور بڑی قربانیاں رائگاں چلی گئی ہیں لیکن یہ وہ کمان سے نکلا تیر تھا جو لوٹ کر واپس نہیں آسکتا تھا۔

''کیا یہاں رکے رہنا آپ کی مجبوری ہے؟ میرا مطلب ہے کیا ہم سب یہاں سے نکل نہیں سکتے؟'' کچھ دیر صدمے کی کیفیت میں بیٹھے رہنے کے بعد اس نے خود کو سنبھالا اور معاذ سے پوچھا۔

''سونیا کا خیال ہے کہ ایسی کوئی کوشش بے سود ثابت ہوگی۔ دشمن اتنا طاقتور ہے کہ اپنی مرضی کے ذرا بھی خلاف کچھ ہونے پر بیٹھے بیٹھے ہمیں دفن کردے گا۔''

''کیا آپ سونیا پر اعتماد کرسکتے ہیں؟ وہ تو خود دشمن کی صف میں سے ہے۔''

''پہلے بالکل بھی اعتماد نہیں کرتا تھا لیکن اتنے عرصے سے جس طرح وہ قدم قدم پر میرا ساتھ دیتی رہی ہے، اعتبار قائم ہوتا جارہا ہے۔'' معاذ کو اعتراف کرنا پڑا۔

''میں نے اس کی موجودگی کی وجہ سے ہی سب کے درمیان اپنا تعارف نہیں کروایا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں دیواروں کے بھی کان ہیں۔''

''جو ہوا، انجانے میں ہوا۔ امید ہے جس نے اب تک ہم سب کی حفاظت کی ہے، وہ آئندہ بھی اپنا کرم کرتا رہے گا۔'' معاذ نے اسے تسلی دی۔

''ان شاءاللہ!''

''یہ بتاؤ کہ تم ہم تک پہنچے کیسے؟ ہمارا کھوج لگانا، وہ بھی پاکستان سے یہاں آکر کوئی آسان بات تو نہیں ہے۔''

''اس کے پیچھے بھی دشمنوں کی مہربانی ہے۔'' وکی نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے جواب دیا اور اپنے یہاں تک پہنچنے کی ساری تفصیل کہہ سنائی۔

''اچھا تو جیکی اور گل خان بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ ایسا کرو کہ انہیں یہاں سے دور نکل جانے کا کہہ دو۔ کہیں ایسا

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

نہ ہو کہ تمہیں تلاشتے ہوئے وہ بھی اندر آ کر پھنس جائیں۔''
ساری کہانی سن کر اس نے فکرمندی سے کہا۔

''ان دونوں کو تو میں نے پہلے ہی اس علاقے سے نکلنے کی ہدایت کر دی تھی۔ اصل میں مجھے لگا تھا کہ پولیس اس علاقے کا گھیراؤ کر رہی ہے۔'' اس نے عقبی بنگلے میں داخل ہونے اور چھت سے اطراف کا جائزہ لینے کی بات بتائی۔

''اللہ کرے کہ وہ دونوں صحیح سلامت نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ ایسا کرو کہ ان سے رابطہ کر کے سختی سے تاکید کر دو کہ خود کو چھپانے اور بچانے کی کوشش کریں بلکہ اپنے موبائل فون بھی کہیں پھینک دیں تاکہ ان کے ذریعے انہیں ٹریس نہ کیا جا سکے۔''

''میں ابھی یہ کام کرتا ہوں۔'' وقاص اس کی بات سمجھ کر جلدی سے کال ملانے لگا جبکہ معاذ خود اٹھ کر باہر نکل گیا۔ باہر سونیا اس کی منتظر تھی۔

''وہ وقاص ہے، وقاص عرف وکی!''

''مائی گاڈ.....! یہ تو ناقابلِ یقین ہے۔ میڈم ایکس نے خود مجھے اس کی باقی لوگوں کے ساتھ مرنے کی خبر دی تھی۔'' اسے سن کر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''یہ معجزہ کیسے ہوا، مجھے نہیں معلوم مگر اتنا جانتا ہوں کہ میرے رب نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔'' وہ رب کا شکر گزار تھا۔

''تمہیں بہت مبارک ہو معاذ! یقین جانو، میں خود ان سب کو بچانا چاہتی تھی لیکن میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔'' سونیا کے لہجے میں محسوس کی جانے والی سچائی تھی۔

''اللہ نے اتنی بڑی مہربانی کر دی ہے کہ اب تم سے کوئی شکوہ نہیں رہا۔'' معاذ کی خوشی چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ اتنی پریشانی میں بھی اس خوشخبری کو پا کر اس کے اندر زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی تھی۔

''وکی یہاں تک پہنچا کیسے؟'' سونیا بہرحال تشویش میں مبتلا تھی۔ معاذ نے وقاص کے یہاں تک پہنچنے کی ساری تفصیل کہہ سنائی۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ ساری کارروائی تمہیں تلاش کرنے کے لیے کی گئی ہو گی اور ایسے میں ممکن نہیں کہ وکی پر نظر رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا گیا ہو۔ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ایسی ڈیوائس نتھی کی گئی ہو گی کہ اس کی لوکیشن سے باخبر رہا جا سکے۔'' سنتے ہی اس نے تبصرہ کیا۔

''ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو لیکن اب ایسی کسی ڈیوائس کی اہمیت ہی کیا رہ گئی ہے۔ وکی کے خود تک پہنچنے سے قبل ہم ویسے ہی ان کے چنگل میں پھنس گئے ہیں۔'' معاذ کی بیان کردہ حقیقت نے سونیا کو شانے جھکانے پر مجبور کر دیا۔ واقعی اب ایسی باتیں غیر اہم ہو چکی تھیں۔

''ڈیوڈ کال کیوں نہیں کرتا؟ کال کرے تو ہم انتظار کی اس اذیت سے نکلیں۔'' وہ عجیب سی صورت حال میں گھرے تھے اس لیے معاذ اب اعصابی کشیدگی کا شکار ہونے لگا تھا۔

''خود کو کمپوز رکھو۔ اگر تم خود کو نہیں سنبھال سکے تو باقیوں کو کون حوصلہ دے گا؟'' سونیا نے اس کے بازو کو نرمی سے دباتے ہوئے سمجھایا تو اس نے ایک طویل سانس لیا اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے لاؤنج میں آیا۔ وہاں سب چہروں پر سوالیہ نشان لیے منتظر بیٹھے تھے۔

''میرے پاس آپ لوگوں کے لیے ایک خوشخبری ہے۔'' اس نے ان سے گفتگو کا آغاز اچھی خبر سے کرنے کا فیصلہ کیا اور انہیں وقاص کے بارے میں آگاہ کیا۔ اس دوران وقاص بھی ان کے درمیان واپس آ گیا تھا۔ سب معاذ اور اسے نئی زندگی کی مبارک باد دینے لگے۔ کچھ متجسس سوالات بھی ہوئے لیکن معاذ نے ٹوک دیا۔

دانش کے موتی

☆ معافی مانگنے سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہم غلط اور وہ صحیح ہے۔ معافی کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہم میں رشتہ نبھانے کی قابلیت ان سے زیادہ ہے۔

☆ جب ہماری ''تمنا'' کے پاؤں ''حاصل'' کی چادر سے باہر نکل جائیں تو ہمیں سکون نہیں ملتا۔

☆ الفاظ، چابیوں کے مانند ہیں۔ ان کا صحیح استعمال کر کے لوگوں کے منہ بند اور دل کھولے جا سکتے ہیں۔

☆ انسان کے غصے میں عجیب منافقت ہے۔ وہ اپنے سے طاقتور کے سامنے تو غصہ کنٹرول کر لیتا ہے لیکن اپنے سے چھوٹے اور کمزور پر غصہ کرنے میں دیر نہیں کرتا۔

☆ اپنی شخصیت کو سنوارنے اور زندگی کو بہتر بنانے میں اتنا مصروف ہو جاؤ کہ دوسروں پر تنقید کرنے کا وقت ہی نہ ملے۔

(مرسلہ: محمد انور ندیم، حویلی لکھا، اوکاڑہ)

www.zemtime.com

''ابھی موقع نہیں ہے کہ وقاص سے یہ تفصیلات معلوم کی جائیں۔ ابھی کچھ اور مسائل درپیش ہیں اور میں مکمل صورت حال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔'' وہ انہیں ڈیوڈ کی گفتگو سے آگاہ کرنے لگا۔ پہلے یہ سوچ کر کچھ نہیں بتایا تھا کہ وہ لوگ پریشان ہو جائیں گے لیکن پھر سوچا کہ ان کی زندگیوں کے فیصلے میں ان کی رائے شامل ہونا ضروری ہے۔

''ہمیں یہاں سے نکلنے کی ایک کوشش تو کر کے دیکھنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے ڈیوڈ ہمارے ساتھ بلف کر رہا ہو تاکہ ہمارے گرد دائرہ تنگ کرنے تک ہمیں یہاں روک سکے۔'' سب سے پہلے عالم شاہ نے اپنی رائے دی۔

''وکی کو کرنٹ لگنے والا واقعہ ثبوت ہے کہ ان بنگلوں میں کچھ خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں اور یہاں سے نکلنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔''

''لیکن کوشش کر کے دیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔''

''بالکل، لیکن خیال رہے کہ اس کوشش میں اپنا کوئی نقصان نہ ہو۔'' اس نے تائید کی۔

''ہم احتیاطی تدابیر کا خیال رکھیں گے۔'' عالم شاہ نے یقین دلایا۔

''ایک بات اور..... وکی کی اطلاع کے مطابق علاقے کو پولیس اپنے گھیرے میں لے چکی ہے اس لیے ایک امکان یہ بھی ہے کہ اگر ہم یہاں سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو باہر پولیس والے ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔'' اس نے انہیں دوسری بُری اطلاع دی۔

''پہلے اس لعنتی بنگلے سے تو باہر نکلیں پھر پولیس کو بھی دیکھ لیں گے۔'' عالم شاہ نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ سرمد کو تو لازماً اس کی پیروی کرنا تھی۔

''ادا سائیں!'' اب تک خاموش بیٹھی سجل نے اضطراری طور پر عالم شاہ کو پکارا۔ وہ اعظم کو اندر کمرے میں سلا آئی تھی اور سب کے درمیان بیٹھی ہونے والی گفتگو کو سنتی رہی تھی۔

''پریشان مت ہو سجل! ہم جو کچھ بھی کریں گے، دیکھ بھال کر کریں گے۔'' عالم شاہ نے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور تسلی دی تو وہ سر کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی لیکن جس طرح وہ بیٹھے بیٹھے اپنی انگلیوں کو مروڑ رہی تھی، اس سے ظاہر تھا کہ وہ مکمل طور پر مطمئن نہیں ہے۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے معاذ نے اپنے دل میں تکلیف محسوس کی اور پہلی بار ایسا ہوا کہ اسے سجل کی موجودگی اچھی نہیں لگی۔ وہ، وہ تھی جس کی موجودگی سے اسے زندگی میں رنگ، سانسوں میں تازگی اور دل میں سرور محسوس ہوتا تھا لیکن اس وقت وہ سوچ رہا تھا کہ سجل کو وہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسے ایسی جگہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا جس کے آگے ایک اندھی کھائی تھی اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اسے اس کھائی میں گرنے سے بچانے کے لیے کچھ کر بھی پائے گا یا نہیں۔

''تمہیں ان لوگوں کو روکنا چاہیے معاذ! یقین کرو، ڈیوڈ نے بہت سنگین لہجے میں دھمکی دی تھی اور مجھے ڈر ہے کہ اس کے حکم کی خلاف ورزی ہمیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔''

عالم شاہ، سرمد اور جارو کو اپنے ساتھ ملا کر انوپ کی مدد سے کچھ ضروری سامان اکٹھا کر رہا تھا جب سونیا نے معاذ سے کہا۔

''وہ احتیاطی تدابیر اختیار کر رہے ہیں اس لیے مجھے امید ہے کہ کسی بڑے نقصان کا شکار نہیں ہوں گے البتہ میں نے انہیں زبردستی روک لیا تو ان کے دل میں ہمیشہ یہ خلش رہے گی کہ انہیں کوشش نہیں کرنے دی گئی۔ ہوسکتا ہے ان کی کوششوں کا کوئی اچھا نتیجہ نکل ہی آئے۔'' اس نے اپنے ساتھیوں کے حق میں دلیل دی تو سونیا کو خاموشی اختیار کرنا پڑی۔

''کیا کرنے کا ارادہ ہے، مجھے بتاؤ۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔'' وہ اپنے ساتھیوں کے قریب چلا آیا۔

''تم صرف دیکھو۔ رسک لینے کا فیصلہ میرا ہے اس لیے جو کچھ کروں گا، میں خود کروں گا۔'' عالم شاہ نے اسے دوٹوک جواب دیا۔ اس وقت وہ اپنے سامنے یہیں سے اکٹھا کیا گیا سامان رکھے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس سامان میں ایک عدد ٹیسٹر، ہیلمٹ، ربر کے دستانوں کی جوڑی اور اسلحہ شامل تھا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟ میں کوئی تم لوگوں سے الگ تو نہیں ہوں۔'' معاذ نے اس دوٹوک جواب پر احتجاج کیا۔

''الگ نہیں ہو مگر میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے متفق بھی نہیں ہو۔ ایسے میں، میں تمہیں کسی خطرے میں کیسے ڈال سکتا ہوں۔ ویسے بھی کوئی تم فلمی ہیرو نہیں ہو جو ہر خطرے میں کودنے کے لیے تمہارا ہی انتخاب ہو۔'' عالم شاہ سخت بے مروتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس کے اس انداز پر معاذ مسکرا دیا کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ عالم اسے خطرے سے دور رکھنے کے لیے ایسا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے۔

''میں فلمی ہیرو نہیں ہوں تو تم کس خوشی میں ہیرو بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہاں کون سا تمہارے کمالات دیکھنے کے لیے تمہاری ہیروئین بیٹھی ہوئی ہے۔'' معاذ نے

www.zemtime.com

ازراہِ مذاق ایک بات کہی تھی لیکن عالم شاہ کی نظروں میں چھم سے ایک تصویر اتر آئی۔ بات بات پر اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑ کر، نخرے سے شولڈر کٹ بالوں کو جھٹکا دیتی، وہ اجلی رنگت والی لڑکی جس کا نام اجالا تھا، اپنی تمام تر بے مروتی اور کج ادائیوں کے باوجود اس کے دل و دماغ سے نہیں نکلی تھی۔ ''را'' والوں کی قید میں، ان کی سختیاں جھیلتے ہوئے بھی اس کا خیال ذہن میں چکراتا تھا اور نواب بدر الدین کے قید خانے میں بھی اس کے روپ کے چراغ جلتے تھے۔ ایسے میں اگر وہ یہاں اس مقام اور موقع پر یاد آگئی تھی تو یہ کچھ انوکھا نہیں تھا۔

''کن سوچ میں ڈوب گئے؟'' معاذ نے اس کے سامنے چٹکی بجائی۔

''شاید ہیروئین کی عدم دستیابی پر غور ہو رہا ہے۔'' جارو نے بھی چھیڑ چھاڑ میں حصہ لیا۔ یہاں اعصاب کو کشیدہ کرنے والی صورتِ حال تھی اس لیے وہ لوگ شعوری طور پر ماحول کو ہلکا پھلکا رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''اگر مجھے کچھ ہو جائے تو سجل کا بہت خیال رکھنا معاذ!'' عالم شاہ نے اس التجا کو کرتے ہوئے آواز اتنی دھیمی رکھی کہ اس کے سوا کوئی نہ سن سکے۔

''کچھ نہیں ہونے والا تمہیں۔ اگر ایسا کوئی وہم ہے تو رک جاؤ اپنے ارادے سے۔'' وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس گفتگو کو سجل سن پائے اس لیے اس نے بھی اپنی آواز کو بلند نہ ہونے دیا۔

''نہیں۔'' عالم شاہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''جب طے کر لیا ہے کہ کوشش کرنی ہے تو کر کے رہوں گا۔'' اس نے ربر کے دستانوں کی جوڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن ایک ہاتھ نے اس سے پہلے ہی وہ دستانے اچک لیے۔

''یہ کیا کر رہے ہو سرمد؟'' اس نے دستانے اچکنے والے کو گھرکا۔

''وہی جو ایک غلام کو نمک حلالی کا ثبوت پیش کرنے کے لیے کرنا چاہیے۔'' دستانے ہاتھوں میں چڑھاتے ہوئے اس نے بے نیازی سے جواب دیا لیکن اس بے نیازی میں بھی اگلے کے لیے احترام میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

''خود کو غلام مت کہو۔'' عالم شاہ ناراض ہوا۔

''نمک حلال یا نمک خوار تو کہہ سکتا ہوں نا اور نمک حلالی کی پہلی شرط یہی ہے کہ میں آپ کی جان کو اپنی جان سے قیمتی سمجھوں۔'' اب وہ اپنے جوتوں کے تسمے کھینچ کر دوبارہ باندھ رہا تھا۔

''حکم کی تعمیل بھی نمک حلالی میں شامل ہے۔'' عالم شاہ نے اسے باور کروایا۔

''نیت اچھی ہو اور مالک کی بھلائی کی چاہ ہو تو حکم عدولی معاف بھی کی جا سکتی ہے۔'' اس نے ہیلمٹ اٹھا کر اپنے سر پر پہنا۔

''پاکستان واپس پہنچنے دو، دیکھنا بابا سائیں سے تمہاری اس نافرمانی کی کیسی شکایت لگاتا ہوں۔'' وہ بظاہر خفا تھا لیکن اس کے لہجے میں سرمد کے لیے خصوصی پیار تھا۔ برسوں کے ساتھ میں اس شخص نے سیکڑوں بار اس کا دل جیتا تھا۔

''جیسی آپ کی خوشی سائیں! ابھی تو آپ مجھے اجازت دیجیے۔'' سرمد نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

''نہ کر یار!'' عالم شاہ نے اس کے جڑے ہوئے ہاتھ کھولے اور جذباتی انداز میں اسے گلے سے لگا لیا۔ بُرے وقتوں کا ساتھی، ایثار و وفا کی مٹی سے گندھا وہ شخص کب کا ملازم کی حیثیت سے نکل کر اس کے لیے ایک دوست کا روپ دھار چکا تھا اور دوستوں کو تو گلے سے ہی لگایا جاتا ہے۔

''اب اجازت دیں۔'' کچھ دیر بعد سرمد نے ہی نم آلود لہجے میں کہتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا اور باہر کی طرف بڑھا۔ باقی لوگ اس کے پیچھے تھے۔ جارو نے ایک لوڈڈ گن اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی۔ سرمد مضبوط قدموں سے چلتا ہوا مین گیٹ کی طرف گیا۔ امراء کے علاقوں کے رواج کے مطابق اطراف میں خاموشی چھائی ہوئی تھی لیکن وہ سب ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے کوئی طوفان آنے کو ہے۔

سرمد نے گیٹ کے قریب پہنچ کر سب سے پہلے ٹیسٹر سے اسے چیک کیا۔ فوراً ہی سرخ روشنی جل اٹھی۔ خدشات کے عین مطابق گیٹ میں کرنٹ دوڑ رہا تھا۔ وہ ربر کے موٹے دستانے اور پیروں میں مضبوط جوتے پہنا ہوا تھا اس لیے کرنٹ کی موجودگی کی تصدیق ہونے کے باوجود گیٹ کا لاک کھولنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور لاک کی ناب گھمانے کی کوشش کی لیکن کوشش ناکام رہی۔ اس نے تھوڑا سا زور مزید لگایا لیکن لاک تو گویا مکمل جام ہو چکا تھا۔

''کیا ہوا، لاک نہیں کھل رہا؟'' اس کے عین پیچھے آکھڑے ہونے والے جارو نے صورتِ حال کو محسوس کر کے سوال کیا۔

''بالکل جام ہے۔ ٹس سے مس بھی نہیں ہو رہا۔''

''پھر، اب کیا کرو گے؟''

www.zemtime.com

''گیٹ پر چڑھ کر باہر کودنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''اس میں خطرہ ہے۔ تمہارے صرف ہاتھ اور پاؤں کرنٹ سے محفوظ ہیں۔ گیٹ پر چڑھنے میں اگر جسم کا کوئی دوسرا حصہ گیٹ سے چھو گیا تو غضب ہو جائے گا۔'' جارو نے اسے اس کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

''کچھ نہیں ہوگا، میں احتیاط کروں گا۔'' سرمد نے اس کے روکنے کو خاطر میں لائے بغیر دونوں ہاتھ گیٹ کے اوپری حصے پر جما کر خود کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ باقی لوگ فاصلے فاصلے پر کھڑے تھے اس لیے انہیں اس کے اور جارو کے درمیان ہونے والی گفتگو سنائی نہیں دی تھی۔

سرمد نے احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنا جسم بلند کیا اور سر نکال کر باہر جھانکا۔ ابھی وہ اطراف کا جائزہ نہیں لے سکا تھا کہ ایک سنسناتی ہوئی گولی آئی اور ہیلمٹ سے ٹکرائی۔ بائیکرز کے استعمال میں رہنے والا وہ عام سا ہیلمٹ گولی کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ گولی نے ہیلمٹ کے پرخچے اڑائے اور سب نے سرمد کو الٹ کر نیچے گرتے دیکھا۔ بے ساختہ ہی کئی قدم اس کی طرف دوڑے۔ معاذ قریب پہنچنے سے قبل ہی خون کی سرخی دیکھ چکا تھا۔ وہ سرمد تک پہنچتا، اس سے قبل ہی فون کی تیز گھنٹی کی آواز اس کی سماعت تک پہنچی۔ اتنی دیر سے جس کال کا انتظار ہو رہا تھا، وہ آ چکی تھی۔

☆☆☆

''یہ تُو نے کیا، کیا گلو! تُو نے اسے کیوں جانے دیا؟''

''میں کیا کرتا لالہ! یہاں باذل پاگل کتے کی طرح اس کی جان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ حامد کی آفر پر اس نے خود انڈیا جانے کا فیصلہ کیا تو مجھے لگا ایسا ہی ٹھیک ہے۔'' گلو نے اپنی صفائی پیش کی۔

''پاگل کتے کو گولی مار کر اس سے جان چھڑائی جا سکتی تھی لیکن اب تو وہ بھیڑیوں کے غول کے پیچھے چلا گیا ہے۔ تجھے پتا ہے وہ کیوں گیا ہے؟ وہ اس لیے گیا ہے کہ اسے معاذ کے ملنے کی امید دکھائی دی ہوگی۔''

''تو پھر تو وہ بالکل ٹھیک گیا ہے لالہ! وہ اسی کام کے لیے تو تم لوگوں کو چھوڑ کر یہاں خوار ہو رہا تھا۔ اب جب اسے راہ مل گئی ہے تو تم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو؟'' گلو کو حیرت ہوئی۔

''وہ میرے اکلوتے بھائی کی نشانی اور میرے خاندان کا آخری چراغ ہے گلو! میں اسے جیتا دیکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ جن کی راہ پر لگ گیا ہے، وہ بہت ظالم ہیں۔ انسان کو مکھی سے بھی کم اہمیت دیتے ہیں۔''

''تو اسے وہیں روک لیتے نا، کیوں آنے دیا یہاں اس جہنم میں؟'' گلو، لالہ کا پرانا وفادار تھا چنانچہ لالہ کے دکھ نے اسے بھی دکھی کر دیا تھا۔

''روکنا چاہتا تھا، بتانا چاہتا تھا کہ اتنا پیسا لٹا کر، اتنے چکر چلا کر اور سب کچھ تیاگ کر دنیا کے اس الگ تھلگ گوشے میں آ کر بیٹھا ہوں تو صرف اس لیے کہ اپنے بھائی کی نسل کو بچا سکوں۔ دنیا کے ہنگاموں سے دور اپنی زندگی کے آخری دن اپنے خاندان کے ساتھ گزار سکوں۔ وہ زندگی جی سکوں جسے دولت اور طاقت کی ہوس میں، میں نے خود چھوڑ دیا تھا لیکن نہیں کہہ سکا، کہہ ہی نہیں پایا۔''

''کیوں نہیں کہا لالہ! کہنا تو چاہیے تھا۔'' گلو تڑپا۔

''میں ڈر گیا تھا کہ وہ میری بات نہیں مانے گا۔ اس کے باپ نے بھی اپنی محبت کی خاطر مجھے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی نہیں رکتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ علینہ کو اس کا بھائی واپس لوٹائے گا، تب ہی محبت کے امتحان میں سرخرو ہو سکے گا۔'' لالہ نے سچائی بیان کی۔

''تو بس، دینے دو اسے یہ امتحان۔ وہ اپنی دھن کا جتنا پکا ہے، مجھے یقین ہے کہ اس امتحان میں ضرور پورا اترے گا۔'' گلو نے اسے حوصلہ دلایا۔ دوسری طرف سے لالہ نے کچھ بھی کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔

''اسلم! گاڑی نکال۔ مجھے لیاقت سومرو کو دیکھنے اسپتال جانا ہے۔'' گلو کچھ دیر اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھا رہا پھر ایک بندے کو آواز لگا کر حکم دیا۔ لیاقت سومرو سے ان کی جو جھڑپ ہوئی تھی، اس میں وہ زندہ تو بچ گیا تھا لیکن سنا یہی تھا کہ مُردوں سے بدتر حالت میں ہے۔

شہر کے ایک بڑے اسپتال کے پرائیویٹ روم میں پہنچ کر اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی۔ دونوں ٹانگوں اور ایک ہاتھ سے محروم ہو جانے والا لیاقت سومرو بستر پر بے بسی کی تصویر بنا پڑا تھا۔ اس کی دوسری بیوی اور اس کا بیٹا بھی اس سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ گلو کو ایسا لگا کہ اس کی آمد نے لیاقت سومرو کی بیوی کو تھوڑا بدمزہ کر دیا ہے چنانچہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔

''آپ کو میرا آنا برا لگا ہو تو معافی چاہتا ہوں پر میں زیادہ دیر رکوں گا نہیں۔''

''زیادہ دیر رکنے کا میں بھی ارادہ نہیں رکھتی۔ بس اتنا کہنے کے لیے آئی ہوں کہ یہ جو ایک ہاتھ سلامت رہ گیا ہے، اس سے طلاق نامے پر سائن کرے اور میری جان چھوڑ

www.zemtime.com

دے۔ میں ساری زندگی اس زندہ لاش کے نام پر نہیں بیٹھی رہ سکتی۔'' اس نے نخوت سے اپنی بات مکمل کی اور بیٹے کی انگلی تھام کر کھٹ کھٹ کرتی وہاں سے چلی گئی۔

''دیکھا سومرو تم نے؟ یہ ہوتی ہے زندگی۔ انسان جن چیزوں کے پیچھے بھاگتا ہے اور جن کی خاطر ظلم کماتا ہے، وہ ایک ایک کر کے اسے چھوڑ کر جانے لگتے ہیں۔ کیا ہے آج تمہارے پاس؟ اولاد، صحت اور جوانی تم گنوا چکے ہو۔ جو دولت جمع کی تھی، وہ بھی بندر بانٹ میں ہاتھ سے نکل جائے گی اور تم یونہی بستر پر بے بس پڑے سب دیکھتے رہو گے۔''

''کیوں..... کیوں آئے ہو تم یہاں؟'' لیاقت سومرو غصے سے چیخ کر بولا لیکن اس کے غصے کے اظہار میں بھی ایک بے بسی تھی۔

''عبرت حاصل کرنے آیا ہوں۔ یہ سیکھنے آیا ہوں کہ جو ہمیشہ دوسروں سے چھینتے ہیں، آخر میں ان کے ہاتھ بھی کچھ نہیں آتا۔''

''تم خوش ہو رہے ہو میری تباہی سے؟'' سومرو نے شکوہ کیا۔

''ہاں، ہو رہا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی ہے بلکہ اس لیے کہ تمہاری صورت قدرت کے انصاف کی ایک مثال قائم ہوگئی ہے۔ ہوسکتا ہے تمہارا یہ حال دیکھ کر تمہارے نقشِ قدم پر چلنے والا کوئی ایک اس راہ سے واپس پلٹ جائے۔'' گلو اپنی بات کہہ کر رکا نہیں۔ حقیقت میں اسے لیاقت سومرو کی حالت نے متاثر کیا تھا اور دل میں یہ خواہش ابھری تھی کہ جرم کی دنیا سے تائب ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرلے۔

''قبرستان چلو۔'' وہ گاڑی میں واپس آکر بیٹھا تو ڈرائیونگ سیٹ پر موجود اسلم کو حکم دیا۔ اسلم جانتا تھا کہ اسے کون سے قبرستان جانا ہے چنانچہ گاڑی اسی سمت موڑ لی۔ گلو نے اپنے ماں باپ کی قبروں پر حاضری دی۔ قبروں پر پانی چھڑک کر کچھ دیر کے لیے وہیں پنجوں کے بل بیٹھا رہا۔

''کاش، تم دونوں مجھ پر ذمے داریوں کا پہاڑ لاد کر اتنی جلدی اس دنیا سے نہ جاتے تو میں جرم کی دنیا میں گلو استاد بن کر جینے کے بجائے ایک عام آدمی کی زندگی جی رہا ہوتا۔'' آج پہلی بار ایسا ہوا کہ ماں باپ کی قبروں کے پاس بیٹھ کر ان کی مغفرت کی دعا کرنے کے ساتھ اس نے زبان سے کوئی شکوہ کیا۔ اس کے جرم کی دنیا میں داخل ہونے کے پیچھے بھی مجبوریوں اور مسائل کی وہی داستان تھی جو عموماً اس جیسے بہت سے اپنے سینوں میں لیے پھر رہے ہوتے ہیں لیکن کسی کسی کو آخر کار یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ یہ فیصلہ درست نہیں تھا۔ لالہ عیسیٰ کو یہ احساس ہوگیا تھا، لیاقت سومرو کو قدرت نے یہ حقیقت باور کروادی تھی اور اب اسے اس سچائی کا ادراک ہونے لگا تھا۔ ماں باپ کی موت کے برسوں بعد اس نے ان کی قبروں کے پاس بیٹھ کر ویسے ہی آنسو بہائے جیسے ان کی میت پر رویا تھا۔ فضا میں فائرنگ کی آواز گونجی تو وہ چونک پر پلٹا اور پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا لیکن کہیں سے ایک سنسناتی ہوئی گولی آئی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

''بھاگنے کی کوشش مت کرنا گلو ورنہ بھون کر رکھ دیں گے۔'' اس سے قبل کہ وہ خود کو کسی آڑ میں لیتا، ایک چیختی ہوئی آواز نے حکم دیا۔ وہ محسوس کر چکا تھا کہ فائرنگ کا سلسلہ رک گیا ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ اسلم زیر کرلیا گیا ہو یا جان کی بازی ہار گیا ہو۔

''کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟'' اس نے بلند آواز میں دریافت کیا۔ جواب میں دو نقاب پوش جدید ساخت کی گنیں لیے اس کے سر پر آکھڑے ہوئے۔

''شرافت سے ہمارے ساتھ چلو ورنہ تمہاری لاش بھی تمہارے ڈرائیور کے ساتھ دریافت ہوگی۔'' ایک نقاب پوش کے الفاظ نے اسلم کی موت کی تصدیق کردی۔

''شرافت نہیں ہے اپنے پاس۔ تو گولی مار دے۔'' اس نے بے خوفی سے جواب دیا۔ اسی وقت اس نے اپنے عقب میں آہٹ سنی۔ بھڑک کر پلٹا ہی تھا کہ سر پر کسی بھاری شے سے وار ہوا۔ پہلے وار سے سنبھل نہیں پایا تھا کہ دوسرا بھی کردیا گیا۔ کتنا ہی جی دار سہی، تھا تو گوشت پوست کا بنا آدمی۔ تیورا کر زمین پر گرا اور ہوش و خرد سے بیگانہ ہوگیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو رسیوں سے بندھا بے دست و پا زمین پر پڑا تھا۔ نظریں گھما کر دیکھنے پر آس پاس کوئی شخص نظر آیا، نہ ساز و سامان۔ سپاٹ فرش اور سپاٹ دیواروں والے کمرے میں کچھ نہ ہوتے ہوئے کچھ ایسا تھا جو دل میں خوف پیدا کر رہا تھا۔ سر کی تکلیف علیحدہ تھی۔ وہ بندھا ہوا ہونے کی وجہ سے اپنا ہاتھ سر تک نہیں لے جاسکتا تھا لیکن درد کی شدت سے اتنا اندازہ ضرور ہو رہا تھا کہ سر پھٹا نہ بھی ہو تو چوٹ کی جگہ پر گومڑ ضرور نمودار ہو چکا ہوگا۔ تکلیف کو سہنے کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی غور کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کو اس طرح اغوا کروانے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔ وہ جس دنیا کا بندہ تھا، وہاں دشمنیاں عام تھیں لیکن اس وقت اسے زیادہ شبہ باذل پر تھا۔ وہ اس وقت چوٹ کھایا

www.zemtime.com

ہوا سانپ تھا اور کچھ بعید نہیں تھا کہ وکی کے ہاتھ نہ آنے کی صورت اسی پر ہاتھ ڈال بیٹھا ہو۔

''خوش آمدید گلو استاد!'' ابھی وہ اپنے صیاد کے متعلق غور و خوض ہی کر رہا تھا کہ ایک نسوانی آواز سن کر اچھل پڑا۔ یہ اچھلنا صرف محاورتاً تھا کیونکہ اسے جس انداز میں باندھ کر ڈالا گیا تھا اس کے لیے اپنی جگہ سے حرکت کرنا ہی ممکن نہیں تھا۔

''میں تم جیسے چھوٹے موٹے غنڈوں کو منہ نہیں لگایا کرتی لیکن تم نے ہمارے منہ کو آنے کی کوشش کر کے خود اپنے لیے مصیبت کھڑی کی ہے۔''

''آپ کون ہو میڈم اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟'' گلو نے تھوک نگل کر اَن دیکھی عورت سے سوال کیا۔ ویسے وہ کہے گئے الفاظ سے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس وقت وہ کس کی قید میں ہے اور بہر حال یہ ایک خوفناک صورتِ حال تھی۔

''سیدھا سوال کرتی ہوں۔ وقاص عرف وکی کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو صاف صاف بتا دو۔'' حکم صادر ہوا۔

''میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں۔ وہ تو ایک عرصے سے غائب ہے۔ اڑتی پڑتی خبر ملی تھی کہ کسی حادثے میں مارا گیا ہے لیکن اس کا بھی ثبوت نہیں ملا۔''

''بہت خوب۔'' اس کا جواب سن کر وہ زہریلے انداز میں ہنسی۔

''وہ جسے اپنا گونگا بہرہ گارڈ بنائے اتنے دنوں گلے سے لگائے گھومتے رہے، وہ کیا تمہاری بہن کا یار تھا؟''

''زبان سنبھال کر بات کرو میڈم! گلو استاد نے کبھی کسی کی ماں بہن کو ٹیڑھی نظروں سے نہیں دیکھا۔ اس لیے اپنی ماں بہن کے خلاف بھی کچھ نہیں سن سکتا۔'' گلو کو اس کے جملے پر طیش آ گیا۔

''نہیں سن سکتے تو جو بگاڑ سکتے ہو، بگاڑ لو۔'' اس نے تیر چلایا۔

''شیر کو پنجرے میں بند کر کے اس پر کوئی بھی پتھر پھینک سکتا ہے۔'' گلو کو بھی اس بات کا احساس ہوا کہ بھلا وہ ایک آواز کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

''پتھر مارنا معمولی کام ہے۔ ہم تم جیسے شیروں کو چوہا بلکہ اس سے بھی کمتر مخلوق بنا کر اپنے پیروں تلے کچل سکتے ہیں۔ اگر تم نے میرے سوالوں کے درست جوابات نہ دیے تو تمہیں اس کا تجربہ بھی کروا دوں گی۔'' عورت کا لہجہ سخت سے سخت ہوتا جا رہا تھا۔ گلو کو اس کے لہجے کی سختی سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ اسے وکی کے بارے میں کیسے علم ہوا۔ اس بات کی تو قریبی ساتھیوں کو بھی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

''جس سوال کا جواب میں جانتا ہی نہیں، وہ آپ کو کیسے دوں۔ جو جواب مجھے معلوم تھا، اسے آپ قبول نہیں کرو گی۔''

''اچھا لطیفہ ہے لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ اس بات کا اعتراف وکی نے خود اپنی زبان سے کیا ہے۔''

''کیا؟'' گلو کی سماعتوں پر بم پھوٹا تو وہ ردِعمل دیے بغیر نہیں رہ سکا۔ جواب میں میڈم نے زوردار قہقہہ لگایا۔

''ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ تمہیں کوئی خبر نہیں اور اب مجھ سے وکی کا ذکر سن کر کرنٹ لگ گیا ہے۔'' وہ یقیناً کسی کیمرے کی مدد سے اسے دیکھ رہی تھی جب ہی اس کے چونکنے پر چوٹ کی۔ گلو اس کے طنز پر لب بھینچ کر رہ گیا۔

''وکی کا کوئی مسئلہ نہیں۔ وہ تو ہمارے ہی قبضے میں ہے اور بہت جلد معاذ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی کریا کرم ہو جائے گا۔ ہمیں تو تم وکی اور معاذ کی فیملی کا پتا ٹھکانا بتاؤ۔'' وہ اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے نئی اطلاعات دینے کے ساتھ ساتھ فرمائش بھی کر رہی تھی۔ گلو، وکی کے ان کی گرفت میں ہونے کی اطلاع سن کر پریشان ہو گیا لیکن زبان سے کچھ کہنے کے بجائے لبوں کو بھینچ لیا۔

''یاد رکھنا گلو استاد! یہ ہماری انا اور وقار کی جنگ ہے۔ ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارا شکار ہم سے بچ کر کہیں کسی بل میں گھس جائے۔ تمہیں میرے سوال کا جواب ہر صورت دینا ہوگا۔ اب یہ تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے کہ سمجھ داری سے کام لیتے ہوئے ایسے ہی زبان کھول دیتے ہو یا ہمیں زبان کھلوانے کی زحمت دیتے ہو۔ ہمیں زحمت دو گے تو تمہاری روح بھی بلبلا اٹھے گی۔'' اب وہ نہایت سرد اور سنگین لہجے میں دھمکیاں دے رہی تھی۔

''سوچنے کے لیے ایک گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔ مان جاؤ گے تو خود پر ہی رحم کرو گے۔ ہو سکتا ہے ہم تمہاری پچھلی ساری غلطیوں کو معاف کر کے دوبارہ سے بزنس میں بھی شامل کر لیں۔'' دھمکی کے ساتھ لالچ کا اچھا امتزاج پیش کیا گیا تھا لیکن گلو نے اپنی خاموشی نہیں توڑی۔ دوسری طرف سے بھی خاموشی اختیار کر لی گئی۔

گلو کو سوچنے کے لیے ایک گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی لیکن اس دی گئی مہلت میں وہ، وہ نہیں سوچ رہا تھا جو سوچنے کا اسے حکم دیا گیا تھا۔ وہ خود پر لالہ کے احسانات سوچ رہا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ لالہ جرم کی دنیا کا بندہ تھا لیکن اس دنیا میں رہنے کے بھی اس نے کچھ اصول بنائے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آدمیوں پر بہت مہربان رہتا تھا۔ خود گلو کو اس نے کئی

www.zemtime.com

مواقع پر سہارا دیا تھا۔ بہنوں کی شادی سے لے کر بھائی کی پڑھائی تک ہر معاملہ اس نے لالہ کے تعاون سے نمٹایا تھا۔ چند برس قبل جب اس کا چھوٹا بھائی طلبہ سیاست کا نشانہ بن کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا گیا تھا اور اس کا کیریئر اور زندگی دونوں تباہ ہونے کی نوبت آگئی تھی، یہ لالہ ہی تھا جس نے اپنے اثر رسوخ سے کام لے کر اس کے بھائی کو اس جنجال سے نکالا تھا۔ آج اس کا بھائی ایک عزت دار اور خوشحال زندگی گزار رہا تھا تو یہ لالہ کا احسان تھا۔ لالہ کے اتنے احسانات کے جواب میں وہ خود کو بچانے کے لیے بھلا ایسا کیونکر کرسکتا تھا کہ وکی اور معاذ کا خاندان داؤ پر لگتا سو لگتا، خود لالہ کا راز بھی کھل جاتا۔

انسان کتنی ہی طاقت، اختیار اور دولت حاصل کیوں نہ حاصل کرلے، اس کے اندر ایک گھر، ایک پُرسکون زندگی اور خاندان کی آرزو کبھی نہیں مرتی۔ خود پر خول چڑھا کر جینے والے لالہ عیسیٰ کے دل میں بھی یہ آرزو چھپی ہوئی تھی۔ وکی نے علینہ کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنا گھر بسانے کا فیصلہ کیا تو لالہ کے اندر دبی آرزو بھی دھیرے دھیرے سر اٹھاتی چلی گئی۔ جب وہ بڑی جدوجہد کے بعد وکی اور معاذ کے خاندان کو دشمنوں کے پنجے سے نکال کر ایک الگ تھلگ گوشے میں بسانے میں کامیاب ہوگیا تو اس آرزو نے شدت اختیار کرلی۔ اس نے ایک بار گلو کے سامنے اپنی اس آرزو کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

''یار گلو.....! بہت گزار لی اس مارا ماری اور چھینا جھپٹی میں۔ اپنے تئیں دنیا بھر کی عیاشیاں بھی کرلیں پر اب جی چاہتا ہے کہ رشتوں کے بیچ رہ کر جیوں اور جتنی زندگی باقی رہ گئی ہے، اس سے حقیقی خوشی کشید کروں۔ تو جانتا ہے کہ میں وکی کو بہت چاہتا ہوں لیکن اس چاہت کا اتنا کھل کر اظہار نہیں کرسکا جیسا کہ کرنا چاہیے تھا۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے بھائی اور وکی کے حصے کی چاہتیں بھی وکی کی اولاد پر لٹادوں۔ میں سب کچھ چھوڑ کر وکی اور وکی کے بچوں کے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔''

اور یہ اس آرزو کی شدت ہی تھی کہ لالہ نے اپنا راج پاٹ چھوڑ کر گوشہ نشین ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے جیتے جی خود کو دنیا کے لیے مار دیا۔ اس کے اس ناٹک میں رنگ بھرنے کے لیے اس کے ایک پرانے وفادار نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ شخص لالہ سے حیرت انگیز مشابہت رکھتا تھا اور اس مشابہت کی بنیاد پر ہی گروہ میں شامل کیا گیا تھا۔ قدرتی مشابہت کو مزید بہتر کرنے کے لیے اس کی کچھ سرجریز بھی کروائی گئی تھیں اور تربیت بھی دی گئی تھی۔ یوں وہ مکمل طور پر لالہ کا روپ دھارنے کا اہل ہوگیا تھا۔ لالہ جب ضرورت محسوس کرتا تھا، اپنے اس ہم شکل کو اپنی جگہ استعمال کرلیتا تھا۔ اس سارے معاملے کی گتھی کے چند ایک وفاداروں کے سوا کسی کو خبر نہیں تھی۔ اس ہم شکل نے بھی ہمیشہ اپنا منہ بند رکھا تھا اور بدلے میں لالہ سے خطیر معاوضہ پاتا تھا.... وہ ہم شکل پھیپھڑوں کے کینسر میں مبتلا ہوا تو بھی لالہ نے اس کا ہر ممکن علاج کروایا لیکن اس کا مرض قابو میں نہ آیا اور اس اسٹیج پر پہنچ گیا کہ وہ خود اپنے منہ سے اپنی موت کی آرزو کرنے لگا۔

پہلے لالہ کے غیاب اور پھر منظر پر لاکر زمان اور ظہور کے ذریعے باذل کو مخبری کی ساری منصوبہ بندی گلو ہی نے کی تھی اور نہایت خوبصورتی سے مخالفین کو باور کروانے میں کامیاب ہوگیا تھا کہ فارم ہاؤس پر باذل کے حملے والے روز اپنے مرض سے تنگ آکر خودکشی کرلینے والا لالہ عیسیٰ ہی تھا۔ لالہ کے گوشہ نشین ہونے کے بعد بظاہر وہ باس بن گیا تھا لیکن اب بھی دل سے لالہ کا وفادار تھا اور اس وفادار کو گوارا نہیں تھا کہ اس کی ذات سے لالہ یا لالہ کے پیاروں کو کوئی نقصان پہنچے۔

''تو پھر تم نے کیا سوچا گلو استاد؟'' مہلت میں ملا گھنٹا یادوں کی یلغار میں کیسے بیتا، اسے پتا ہی نہیں چلا اور اس پہلے والی نسوانی آواز کو دوبارہ سن کر اپنے خیالات سے چونک کر نکلا۔

''میں تمہارا فیصلہ سننا چاہتی ہوں۔'' لہجے کی سرد مہری پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔

''میں کچھ نہیں جانتا۔'' گلو نے بالآخر سپاٹ لہجے میں اپنا جواب سنا دیا۔

''اور ہم جانے بغیر رہیں گے نہیں۔ افسوس کہ تم نے خود کو ملی مہلت ضائع کرکے اپنے لیے ایک مشکل اور تکلیف دہ فیصلہ کیا ہے۔'' بولنے والی کے لہجے میں بھڑکتے شعلوں کی تپش عود آئی اور یہ تپش گلو کو نہ جھلساتی، یہ کیسے ممکن تھا۔ وہ جس فرش پر رسیوں سے بندھا بے بس پڑا تھا، وہ فرش اس کے لیے جہنم بن گیا۔ جلتے توے پر لیٹنے جیسی تکلیف نے اس کے حلق سے دردناک چیخیں نکلوا دیں۔ وفا کا امتحان دینا کبھی بھی آسان نہیں ہوا کرتا۔

توے کی طرح تپتا فرش اس کی کھال کو جھلسائے دے رہا تھا۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ بندھا ہوا ہونے کے باوجود وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ اس کے حلق سے

www.zemtime.com

نکلنے والی چیخیں کسی ذبح ہوتے جانور کے درد کی عکاسی کر رہی تھیں۔ جسم کے ہر مسام سے پسینا پھوٹ کر فرش پر گرتا تھا اور گرتے ہی بھاپ میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ درد سہتے سہتے وہ بے ہوش ہوا تو کچھ دیر کے لیے اس اذیت سے نجات ملی۔ دوبارہ ہوش آیا تو احساس ہوا کہ فرش پہلے کی طرح تپا ہوا نہیں ہے لیکن آگ تو گویا اس کے ہر خلیے میں بھر گئی تھی۔ ایسی تکلیف اور جلن محسوس ہو رہی تھی کہ کوشش کرنے سے بھی سہی نہیں جا رہی تھی اور بے اختیار ہی حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔

''کیسے ہو گلو استاد! دیکھو تمہاری خاطر مدارت کے لیے میں اپنے سارے اہم کام چھوڑ کر تمہارے ساتھ مصروف ہوں۔ تم دیکھنا میں تمہاری تواضع میں بالکل بھی کوئی کمی نہیں آنے دوں گی۔'' ابھی اس کی آنکھیں کھلی ہی تھیں کہ کانوں میں وہی جانی پہچانی آواز گونجی جو اب تک اس سے مخاطب ہوتی رہی تھی لیکن اب وہ اس آواز میں ایک واضح سفاکی کو محسوس کر سکتا تھا۔

''جانوروں سے بھی بدتر ہو تم لوگ۔'' تکلیف سے بلبلاتے ہوئے اس نے نفرت سے جواب دیا۔

''ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ میرا تم سے وعدہ ہے کہ تمہیں اذیت کے اس لیول پر لے جاؤں گی جہاں تم خود کو جانوروں سے بھی کم تر محسوس کرو گے۔'' گلو کے اظہارِ نفرت نے دوسری طرف سفاکی کو مزید بڑھا دیا تھا۔ گلو نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے فرش پر تھوک دیا۔ اگلا لمحہ قیامت کا تھا۔ اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ فرش سے چند انچ اٹھ کر دوبارہ نیچے گرا۔ اس کے بعد وقفے وقفے سے پے در پے کئی جھٹکے لگتے چلے گئے۔ جھٹکے اتنی مہارت سے دیے جا رہے تھے کہ وہ بے پناہ اذیت سے تو گزر رہا تھا لیکن جسم و جان کا رشتہ برقرار تھا۔

''دیکھو کیسے ہانپتے ہوئے کتے کی طرح تمہاری زبان باہر نکلی پڑی ہے۔ تم دیکھنا کہ جلد تم کتوں کی طرح ہمارے جوتے چاٹنے کے لیے بھی تیار ہو جاؤ گے۔'' وہ زخمی ناگن تھی جس نے ایک نہیں کئی چوٹیں کھائی تھیں۔ معاذ کو ہزار کوشش کے باوجود وہ اپنی مرضی پر نہیں چلا سکی تھی۔ سونیا نے بغاوت کر دی تھی اور اس سب کے ساتھ اسے یہ ہزیمت بھی اٹھانی پڑی تھی کہ وکی اور معاذ کی فیملی جن کی موت کا وہ اعلان کر چکی تھی، ان کے زندہ ہونے کی اطلاع ڈیوڈ کے ذریعے ملی تھی۔ کہنے کو وہ اور ڈیوڈ ایک تنظیم کا حصہ تھے اور ایک ہی ایجنڈے پر کام کرتے تھے لیکن پیشہ وارانہ مخاصمت جیسی شے تو ان کے درمیان بھی موجود تھی۔ اسے اپنی ناکامی کی داستانیں ڈیوڈ کے ذریعے تنظیم کے بڑوں تک پہنچنے کی بے عزتی نے بے حد مشتعل کر دیا تھا اور یہ گلو کی قسمت تھی کہ اس اشتعال کے اخراج کے لیے وہ ذریعہ بن گیا تھا۔

''اے اللہ میری روح نکال لے۔'' گلو کا جسم کہیں سے جھلس گیا تھا تو کہیں آبلے پڑے ہوئے تھے۔ رنگت جھلس کر سیاہ پڑ چکی تھی، ایسے میں اپنا بھرم وفا قائم رکھنے کے لیے اس نے سرگوشی میں اپنے رب سے التجا کی لیکن وہاں نصب جدید اور حساس آلات نے اس سرگوشی کو بھی ظالم کی سماعتوں تک پہنچا دیا اور اس نے ایک جنونی قہقہہ لگایا۔

''مانگو مانگو، موت کی دعا مانگو لیکن یاد رکھو کہ میرے سوال کا جواب دینے سے پہلے موت بھی تم پر مہربان نہیں ہو گی۔''

''تو میرے اور میرے رب کے درمیان نہ آ اے عورت! مانا کہ میں بہت گناہ گار ہوں لیکن ہوں اپنے رب کا بندہ اور جب کوئی بندہ اپنے رب کو دل سے پکارے تو وہ اپنے بندے سے منہ نہیں پھیرتا۔ تیرے جیسے زمینی خداؤں اور فرعونوں کی میرے رب کے آگے ایک نہیں چل سکتی۔''

گلو کی رگوں سے خون نچڑ چکا تھا اور جسم کے ریشے ریشے میں درد کی سوئیاں پیوست تھیں اس لیے اس وقت اس کے لیے بولنا بھی ایک کارِ دشوار تھا پھر بھی وہ سرگوشی نما آواز میں، اکھڑتی سانسوں کے ساتھ اپنے دل کی بات کہہ گیا۔ ناکامی کی ہتک اور طاقت کے زعم میں مبتلا میڈم ایکس کو اس کے یہ الفاظ تیر کی طرح لگے۔ دماغ میں غصے کی چنگاریاں بھڑکیں اور نفرت نے اپنے اظہار کے لیے عقل کو سلب کر لیا۔ اب تک زبان کھلوانے کے لیے نپے تلے برقی جھٹکے لگائے جا رہے تھے۔ ان کی جگہ شدید ترین جھٹکے نے لے لی۔ گلو کے تکلیف سے تڑپتے جسم نے ایک آخری جھٹکا لیا اور وہ ہمیشہ کے لیے اذیت سے نجات پا گیا۔ جنون کی لہر گزر جانے کے بعد میڈم ایکس نے گلو کا بے روح جسم دیکھا تو ششدر رہ گئی۔ اس کا قیدی اس کی نظروں کے سامنے قید سے فرار ہو گیا تھا اور وہ ایک اور ناکامی کے داغ کے ساتھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔ وفا نبھانے کا عزم رکھنے والے کے جذبے کی اس کے رب نے لاج رکھ لی تھی۔

ظلم و جبر کے سامنے سینہ سپر نوجوان کی داستان جو غلط کاروں کے لیے غضب ناک تھا باقی واقعات آئندہ ماہ پڑھیے

www.zemtime.com